اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

- دہریت کی تعریف و تاریخ اور اسباب
- الحاد، دہریت، لبرل ازم، سیکولرازم کے معنی، دہریوں کے عقائد و نظریات
- دہریت کے اسباب، سیکولرازم اور دہریت کے روک تھام کے اقدام
- اسلام اور دہریت کا تقابلی جائزہ
- دہریوں کے اعتراضات کے جوابات

ATHEISM
الحاد

مصنف

ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری

المتخصص فی الفقہ السلامی،الشہادۃ العالمیۃ
ایم اے اسلامیات،ایم اے اردو،ایم اے پنجابی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دہریت کا تعارف و تاریخ اور
دہریوں کے اعتراضات کے جوابات

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

- ★دہریت کی تعریف و تاریخ اور اسباب
- ★الحاد، دہریت، لبرل ازم، سیکولرازم کے معنی، دہریوں کے عقائد و نظریات
- ★دہریت کے اسباب، سیکولرازم اور دہریت کے روک تھام کے اقدام
- ★اسلام اور دہریت کا تقابلی جائزہ
- ★دہریوں کے اعتراضات کے جوابات

مُصَنِّف

ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری

المتخصص فی الفقہ السلامی، الشہادۃ العالمیۃ

ایم اے اسلامیات، ایم اے اردو، ایم اے پنجابی

پیشکش: الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب : دہریت کا تعارف و تاریخ اور دہریوں کے اعتراضات کے جوابات

مصنف : ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری بن محمد منیر

اشاعت اول : 06شعبان المعظم1444ھ/27فروری2023ء

پیشکش: الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی

مزید کتب و فتاوی جات اور دینی کورسز پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے
الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی کی ویب سائیٹ کا وزٹ کریں۔

ویب سائیٹ لنک:

www.arqfacademy.com

...فہرست...

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

۞...مقدمہ...۞

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دہریت جسے لبتھ ازم (Atheism) کہا جاتا ہے، یہ عصر حاضر کا بڑا فتنہ ہے۔ دہریت اللہ عزوجل اور مذاہب کی منکر ہے جسے پہلی کتب میں الحاد کہا جاتا تھا۔ دہریت سب سے زیادہ عیسائیوں میں عام ہے بلکہ یہ نکلا ہی وہاں سے ہے اور اب کئی مذاہب اس کی لپیٹ میں ہیں۔ اسلام اپنے کامل دین ہونے کی وجہ سے اس کے فتنوں سے محفوظ ہے لیکن بد قسمتی سے کئی نام نہاد مسلمان جو دہریوں کے اندر ہی پلے بڑے ہیں وہ مکمل طور پر دہریے نہیں تو مکمل مسلمان بھی نہیں ہیں اور اسلامی سزاؤں، دینی احکام و دینی شخصیات پر بے جا اعتراضات کر کے دہریت ہی کو عام کر رہے ہیں۔

اس کتاب میں دہریت کا مختصر انداز میں احاطہ کیا ہے کہ یہ کہاں سے نکلی ہے اور اس کے اسباب کیا تھے اور دین اسلام کن وجوہات کی بنا پر دہریت سے محفوظ ہے۔ دہریت کے ہتھکنڈے کیا ہیں جس سے وہ لوگوں کو اپنی طرف لاتے ہیں اور ہم مسلمانوں کو کیا حکمت عملی اپنانی چاہیے۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے فتنوں سے آگاہ کیا جائے تا کہ وہ کسی چرب زبان کے باتوں میں آکر اپنے ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

نوٹ: اس کتاب میں موجود تحریر راقم کی کتاب "اسلام اور عصر حاضر کے مذاہب کا تعارف و تقابلی جائزہ" کا ایک باب ہے۔

ابو احمد مفتی محمد انس رضا قادری

06 شعبان المعظم 1444ھ/27 فروری 2023ء

...باب اول: دہریت کا تعارف و تاریخ...

مختصر تعارف

دنیائے مذاہب میں بنیادی طور پر دو قسم کے عقائد سبھی کے ہاں کچھ اختلافات کے ساتھ یکساں طور پر موجود ہیں (1) وجود خداوندی (2) فرستاگانِ خدا کا تصور جسے رسول (اور دیگر مذاہب میں) بدھ اور اوتار کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان دونوں عقیدوں کا ما حصل یہ ہے کہ اس کائنات کو خدا نے تخلیق کیا ہے اور تخلیق کرنے کے بعد وہ اس کائنات سے لاتعلق نہیں ہو گیا بلکہ اس کائنات کا نظام وہی چلا رہا ہے۔ اس نے انسانوں کو اچھے اور بُرے کی تمیز سکھائی ہے اور یہ شعور اس کے نفس میں رکھ دیا جسے فطرت کہتے ہیں۔ مزید بر آں خدا کی طرف سے چند عملی نمونے بھی آئے جن کے مطابق انسانوں کو اپنی زندگی گزارنا چاہئے۔ چند ایک مذاہب کو چھوڑ کر سبھی بڑے مذاہب میں آخرت کا تصور بھی ہے جس کے مطابق اچھے اعمال کرنے والوں کے لئے جنت اور بُرے اعمال کرنے والوں کے لئے دوزخ ہے۔

مذہب کے متعلق ان عمومی عقائد کے علاوہ ایک اور طرزِ فکر رائج رہا ہے جسے الحاد، لادینیت، دہریت، لبرازم، سیکولرازم یا کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔

الحاد در حقیقت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک طرزِ فکر کا نام ہے جو خدا، رسالت اور آخرت پر یقین نہ کرنے سے متعلق ہے۔ الحاد سے تعلق رکھنے والوں کو ملحدین کہا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک خدا کا کوئی وجود نہیں ہے۔ لہٰذا ملحدین کے نزدیک مذہب بھی کوئی الہامی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ انسان کی اپنی سوچ و فکر کا نتیجہ ہے۔

دورِ حاضر میں الحاد کی تین بڑی قسمیں جنہیں مروجہ اصطلاحات میں:

1۔ ایگنوسٹی سزم (Agnoticism)

2۔ ایتھ ازم (Atheism)

3۔ ڈی ازم (Deism)

1۔ ایگنوسٹی سزم (Agnoticism) کو لاادریت بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خدا ہے یا نہیں۔

2۔ ایتھ ازم (Atheism) سے مراد یہ ہے کہ خدا کے وجود کا سرے سے انکار کر دیا جائے۔

3۔ڈی ازم (Deism) کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو عقل کی بنیاد پر مان تو لیا جائے لیکن رسالت کا انکار کیا جائے۔

ان تینوں تصورات کا عملی نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ انسان ہر قسم کے مذہب سے خود کو علیحدہ کرلیتا ہے۔ڈی ازم میں اگرچہ خدا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن انبیاء کرام کی لائی ہوئی ہدایت سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایگنوسٹی سزم کے ماننے والے اگرچہ خدا کے وجود کا کھلا انکار نہیں کرتے مگر اقرار بھی نہیں کرتے۔

ایک چوتھی قسم ہے جسے دیسی لبرل کہا جاسکتا ہے۔ان کے پاس مغربی سیکولر لوگوں کی طرح کوئی نقطہ نہیں ہے یہ لوگ پڑھے لکھے جاہل ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی کلچر کے دلدادہ ہیں۔دیسی لبرل میں کئی تو واقعی مذہب کے منکر دہریت میں داخل ہو جاتے ہیں اور کئی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو مذہب کے ساتھ منسلک تو کرتے ہیں لیکن مذہب کے احکام سے خود کو آزاد سمجھتے ہیں اگرچہ جینے مرنے کے کئی افعال اسلام کے مطابق ہی کرتے ہیں۔مرنے کے بعد اسلام کے مطابق قبر میں دفن ہونے کو پسند کرتے ہیں حالانکہ ساری زندگی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہوتی ہے، کئی شرعی احکام کے بالخصوص ناموس رسالت ، پردہ، دینی علم کے خلاف زبان درازی کرکے دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد ہو چکے ہوتے ہیں۔

کئی سیکولر ایسے بھی ہیں جو مذہب کو صرف ایک ہتھیار سمجھ کر استعمال کرتے ہیں درحقیقت ان کو مکمل آزادی، سیکس اور دیگر حرام امور ہر دلعزیز ہوتے ہیں۔دیسی لبرل اور ملحد ہر جگہ یہ باور کراتے پھرتے ہیں کہ وہ نیوٹرل ہیں، ان کے خیالات ہر قسم کے تعصبات سے ماوراہوتے ہیں۔لیکن ان کی سوچ کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ جن ملاؤں کو متشدد اور انتہا پسند کہتے ہیں خود ان سے بھی بڑھ کر متشدد اور انتہا پسند سوچ رکھتے ہیں۔مذہب اور مذہبی لوگوں کے بارے میں جتنے یہ گہرے متعصب اور متشدد ہیں اتنا کوئی بھی نہیں۔مثلاً ان لوگوں کی اکثریت سامراجی جنگوں کی حمایتی اور اپنے مخالفین کی قتل وغارت کو جائز سمجھتی ہے۔یہ لوگ حکومتوں کو اکساتے ہیں کہ وہ مذہبی لوگوں پر تشدد اور جنگیں مسلط کریں، ان کو تباہ برباد کر دیں۔

دہشت گردی کے کسی واقعہ میں چند لوگوں کی ہلاکت کی کبھی مذمت کر دیتے ہیں اگر اس سے اپنے موقف کو سپورٹ مل رہی ہو یا صرف اس لیے کہ قتل وغارت کی مذمت کرنا قابلِ تعریف رجحان سمجھا جاتا ہے، مگر کافروں

کے ہاتھوں شہید ہونے والے لاکھوں مسلمانوں کے بارے میں مذمتی کلمات کبھی بھولے سے بھی انکی زبانوں سے نہیں نکلتے۔

اسی طرح ان لوگوں کی اکثریت امریکی و مغربی سامراج کی مسلط کردہ جمہوریت کے حق میں ہے، مگر جمہوریت کے اس غیر انسانی کردار کو سامنے لانے سے گریزاں ہیں، جس کی وجہ سے کروڑوں لوگوں کی زندگی بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ الٹا مغالطہ یہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کے ذمہ دار یہ مولوی ہیں، چنانچہ عوام کو درپیش بھیانک مسائل کا ذمہ دار اس سرمایہ دارانہ نظام کو ٹھہرانے کے بجائے مذہب اور مذہبی لوگوں کو ٹھہراتے ہیں۔

آپ انکے فیس بک پیجز (Facebook Pages) اور گروپس کا وزٹ کریں تو وہاں اکثر آپ کو کسی غریب بچے بچی کی تصویر نظر آئے گی جو گندگی کے ڈھیر سے چاول، پھل وغیر اٹھا کے کھارہا ہوگا اور انہوں نے ساتھ کمنٹ لکھے ہونگے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ پتھر میں چھپے ہوئے کیڑے کو تو رزق پہنچانے کا دعوی کرتا ہے لیکن انسان کو رزق پہنچانے میں ناکام ہے معاذ اللہ عزوجل۔ یونہی انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کرنا، اسلامی شرعی احکام پر طعن و تشنیع کرنا ان کا وتیرہ ہے۔ ان کے پاس علمی ٹھوس دلائل نہیں ہوتے بلکہ اسی طرح کے گھسے پٹے اعتراضات ہوتے ہیں جن کے منہ توڑ جوابات علمائے اسلام دیتے رہتے ہیں۔

الحاد، دہریت، لبرل ازم، سیکولرازم کے معنی

دہریت، لبرازم، سیکولرزم، کمیونسٹ نام کی تعریف و تاریخ میں فرق ضرور ہے لیکن موجودہ دور میں یہ تمام نام ان لوگوں کے لیے بولے جاتے ہیں جو خود کو مذہب سے آزاد سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ان کی تعریفات اور تاریخ بیان کی جاتی ہے۔

الحاد کی تعریف: عربی زبان میں الحاد کا لغوی مطلب، انحراف یعنی درست راہ سے ہٹ جانا ہے۔ الحاد اسلامی مضامین میں استعمال کی جانے والی ایک اصطلاح ہے جو اپنا پس منظر قرآن سے اخذ کرتی ہے۔ قرآن کی سورت الاعراف کی آیت 180 میں ''یُلْحِدُوْن'' (یعنی لحد کرنا یا انحراف کرنے) کا لفظ آتا ہے۔

یہ کلمہ، لحد سے ماخوذ ہے۔ لحد کا لفظ عام طور پر اردو میں بھی قبر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فی

الحقیقت لحد سے مراد اس طاق یا دراڑ یا درز کی ہوتی ہے کہ جو قبر میں ایک جانب ہٹی ہوئی ہوتی ہے اور جس میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ چونکہ یہ طاق یا درز درمیان سے ہٹی ہوئی ہوا کرتی ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ قبر کے درمیان سے منحرف ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس کو لحد کہا جاتا ہے اور اسی لحد سے الحاد بھی بنا ہے۔

لفظ الحاد کو انگریزی میں بعض اوقات (atheism) بھی لکھ دیا جاتا ہے جو اپنے معنوں میں خاصا مختلف مفہوم کا حامل ہے جس کی درست اردو عقلاً و منطقاً، لامذہبیت یا لادینی آتی ہے۔

دہریت کی تعریف: دہر عربی لفظ ہے، جس کا ترجمہ "زمانہ" ہے۔ دہریہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو زمانے کو تو مانتا ہے لیکن زمانہ کے خالق کو نہیں مانتا۔ دہریت کوئی جدید ایجاد نہیں ہے بلکہ کئی صدیوں سے اس طرح کے عقائد رکھنے والے لوگ آتے رہے ہیں۔ موجودہ دور کی طرح پہلے ادوار میں بھی علمائے اسلام نے دہریوں کے باطل نظریات کو زبردست جوابات دیے ہیں اور عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ وجود باری تعالیٰ کو ثابت کیا ہے۔

اس کی وجہ تسمیہ کچھ یوں ہے کہ کفار کو جب اللہ عزوجل پر ایمان لانے اور اللہ عزوجل کے متعلق کہا جاتا کہ وہ ذات زندگی و موت دینے والی ہے تو وہ جواباً یوں کہتے ﴿مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔

(سورۃ الجاثیہ، سورۃ 45، آیت 24)

یعنی روز و شب کا دورہ وہ اسی کو مؤثر اعتقاد کرتے تھے اور مَلَک الموت کا اور بحکمِ الٰہی روحیں قبض کئے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر ایک حادثہ کو دہر اور زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسی لفظ "دہر" سے اخذ کرکے "دہریہ" مستعمل ہے۔

لبرل ازم: لفظ لبرل، قدیم روم کی لاطینی زبان کے لفظ لائبر (liber) اور پھر لائبرالس (liberalis) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے آزاد، جو غلام نہ ہو۔ مطلب یہ کہ جو شخص خود کو دین احکام سے آزاد سمجھتا ہو وہ لبرل ہے۔

سیکولرازم: یہ لفظ قدیم لاطینی لفظ سیکولارس (saecularis) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے وقت کے

اندر محدود۔ عیسائی عقیدے کے مطابق خدا کی ذات وقت کی قید اور حدود سے آزاد اور ماوراہے۔ دہریت میں اللہ عزوجل کا انکار کیا جاتا ہے اس کی بہ نسبت سیکولرزم میں اللہ عزوجل کو تو مانا جاتا ہے لیکن آزادی کو دین پر ترجیح دی جاتی ہے کہ ہر فرد جو کرنا چاہے، کہنا چاہے وہ کہہ سکتا ہے اسے مکمل آزادی حاصل ہے، یونہی دین کو سیاست سے الگ رکھنا ان کا نظریہ ہے۔

دہریت کی تاریخ

تاریخ کا مطالعہ کریں تو الحاد کے فروغ میں یورپین لوگوں کا بہت ہاتھ رہا ہے اور موجودہ دور میں بھی سب سے زیادہ الحاد کے گڑھے میں یورپ کے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ لبرازم، سیکولرازم اور دہریت کی تفصیلی تاریخ کچھ یوں ہے:

لبرل ازم: آٹھویں صدی عیسوی تک اس لفظ کا معنی ایک آزاد آدمی ہی تھا۔ بعد میں یہ لفظ ایک ایسے شخص کے لیے بولا جانے لگا جو فکری طور پر آزاد، تعلیم یافتہ اور کشادہ ذہن کا مالک ہو۔ اٹھارھویں صدی عیسوی اور اس کے بعد اس کے معنوں میں خدا یا کسی اور مافوق الفطرت ہستی یا مافوق الفطرت ذرائع سے حاصل ہونے والی تعلیمات سے آزادی بھی شامل کر لی گئی، یعنی اب لبرل سے مراد ایسا شخص لیا جانے لگا جو خدا اور پیغمبروں کی تعلیمات اور مذہبی اقدار کی پابندی سے خود کو آزاد سمجھتا ہو اور لبرل ازم سے مراد اسی آزاد روش پر مبنی وہ فلسفہ اور نظامِ اخلاق وسیاست ہوا جس پر کوئی گروہ یا معاشرہ عمل کرے۔ یہ تبدیلی اٹلی سے چودھویں صدی عیسوی میں شروع ہونے والی تحریکِ احیائے علوم (Renaissance) یعنی (re-birth) کے اثرات یورپ میں پھیلنے سے آئی۔

برطانوی فلسفی جان لاک (1704ء-1620ء) پہلا شخص ہے جس نے لبرلزم کو باقاعدہ ایک فلسفہ اور طرزِ فکر کی شکل دی۔ یہ شخص عیسائیت کے مروّجہ عقیدے کو نہیں مانتا تھا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ بنی نوعِ انسان کو آدم کے اس گناہ کی سزا ایک منصف خدا کیوں کر دے سکتا ہے جو انہوں نے کیا ہی نہیں۔ عیسائیت کے ایسے عقائد سے اس کی آزادی اس کی ساری فکر پر غالب آگئی اور مذہب پیچھے رہ گیا۔ انقلابِ فرانس کے فکری رہنما والٹئیر (1778ء-1694ء) اور روسو (1778ء-1712ء) اگرچہ رسمی طور پر عیسائی تھے مگر فکری طور پر جان لاک سے متاثر تھے۔ انھی لوگوں کی فکر کی روشنی میں انقلابِ فرانس کے بعد فرانس کے قوانین میں مذہبی اقدار سے آزادی

کے اختیار کو قانونی تحفّظ دیا گیا اور اسے ریاستی اُمور کی صورت گری کے لیے بنیاد بنا دیا گیا۔ امریکہ کے اعلانِ آزادی (American Declaration of Independence) میں بھی شخصی آزادی کی ضمانت جان لاک کی فکر سے متاثر ہو کر دی گئی ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، وکی پیڈیا اور اوکسفرڈ ڈکشنری)

سیکولرازم: عیسائی عقیدے کے مطابق خدا کی ذات وقت کی قید اور حدود سے آزاد اور ماورا ہے۔ تحریک احیائے علوم کے دوران یورپ میں جب عیسائیت کی تعلیمات سے بے زاری پیدا ہوئی اور خدا کی انسانی زندگی میں دخل (جو کہ اصل میں عیسائی پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کی خدا کی طرف سے انسانی زندگی میں مداخلت کی غیر ضروری، غیر منطقی، من مانی اور متشدّدانہ توجیہ تھی) کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی تو کہا جانے لگا کہ چونکہ خدا وقت کی حدود سے ماورا ہے اور انسان وقت کی حدود سے مقیّد ہے، لہٰذا انسانی زندگی کو سیکولر، یعنی خدا سے جدا (محدود) ہونا چاہیے۔ اس لفظ کو باقاعدہ اصطلاح کی شکل میں 1846ء میں متعارف کروانے والا پہلا شخص برطانوی مصنّف جارج جیکب ہولیوک (1817ء۔1906ء) تھا۔ اس شخص نے ایک بار ایک لیکچر کے دوران کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے عیسائی مذہب اور اس سے متعلق تعلیمات کا توہین آمیز انداز میں مذاق اڑایا، جس کی پاداش میں اسے چھ ماہ کی سزا بھگتنا پڑی۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد اس نے مذہب سے متعلق اظہارِ خیال کے لیے اپنا انداز تبدیل کر لیا اور جارحانہ انداز کے بجائے نسبتاً نرم لفظ سیکولرزم کا پرچار شروع کر دیا۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور وکی پیڈیا)

اس اصطلاح کے عام ہو جانے کے بعد پہلے برطانیہ اور پھر تمام یورپ اور دُنیا بھر میں سیکولرزم کے معنی یہ ہوئے کہ انسانی زندگی کے دنیا سے متعلق اُمور کا تعلق خدا یا مذہب سے نہیں ہوتا اور مزید یہ کہ حکومتی معاملات کا خدا اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس اصطلاح کے یہی معنی اب دنیا بھر میں انگریزی زبان کی ہر لغت اور انسائیکلوپیڈیا میں پائے جاتے ہیں اور اسی پر سیکولر کہلانے والے تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق یورپ کے مذہبی لوگوں میں یہ رجحان جڑ پکڑ گیا تھا کہ وہ انسانوں کی فلاح و بہبود سے متعلق دُنیاوی اُمور کو نظر انداز کرتے تھے اور لوگوں کو خدا سے تعلق جوڑنے کی اور ترکِ دُنیا کی تعلیم دیتے تھے۔ اس رجحان کے خلاف رَدِّ عمل پیدا ہوا اور یورپ کی تحریکِ احیائے علوم کے دوران میں سیکولرزم نمایاں ہوا اور لوگوں نے تمدّنی ترقی میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی۔ اوکسفرڈ ڈکشنری کے مطابق اول یہ کہ سیکولرزم سے

مراد یہ عقیدہ ہے کہ مذہب اور مذہبی خیالات و تصوّرات کو ارادتاً دُنیاوی اُمور سے حذف کر دیا جائے۔ اس کی یورپی فلسفیانہ توجیح یہ ہے کہ یہ ایک ایسا نظامِ عقائد ہے جس میں اخلاقی نظام کی بنیاد کلّی طور پر بنی نوعِ انسان کی دُنیا میں فلاح و بہبود اور خدا اور حیات بعد الموت پر ایمان سے انکار (یعنی ان کے عقائد سے اخراج) پر رکھی گئی ہے۔ دوم یہ کہ اس بارے میں ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ تعلیم خصوصاً وہ تعلیم جو عوامی سرمایہ سے دی جارہی ہو، مذہبی عقائد اور مذہبی تعلیم کو آگے نہ بڑھائے۔ ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق سیکولرزم کے معنی ہیں: دُنیاوی اُمور سے مذہب اور مذہبی تصوّرات کا اخراج یا بے دخلی۔

سیکولرازم اور لبرل ازم کا تفصیلی پس منظر: مندرجہ بالا دو اصطلاحات کو مکمل طور پر جاننے کے لیے ضروری ہے کہ اُس ماحول اور اُن حالات کا جائزہ لیا جائے جن کے باعث یہ اصطلاحات تشکیل پائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت مغربی اور مشرقی یورپ پر بُت پرست (مشرک) رومن بادشاہوں کی حکمرانی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اُٹھائے جانے سے قبل دنیا میں 30 یا 33 برس رہے۔ وہ بنیادی طور پر بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے رسول تھے تاکہ ان کو تورات کی گمشدہ تعلیمات سے از سرِ نو آشنا کریں۔ ان کی اصل تعلیمات اِس وقت تقریباً ناپید ہیں۔ موجودہ عیسائیت اور اس کے عقائد سینٹ پال کا دین ہے۔ یہ شخص بنیادی طور پر کٹر یہودی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھا لیے جانے کے بعد یہ شخص عیسائی ہو گیا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے لوگوں کے درمیان (اپنے خوابوں اور مکاشفات کے ذریعے) اس عقیدے کو عام کیا کہ یسوع مسیح خدا کے ہاں اس کے نائب کی حیثیت سے موجود ہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے درمیان فیصلے وہی کریں گے اور یہ کہ اب نجات اس شخص کو ملے گی جو یسوع مسیح کی خوشنودی حاصل کرے گا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے پہلی بار یہ تعلیم بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری اقوام کو دینے کی بھی نصیحت کی۔ بنیادی طور پر یہ وہ شخص ہے جسے جدید اصطلاح کی زبان میں ہم سیکولر کہہ سکتے ہیں۔ عیسائی مبلغّین کی پہلی کانفرنس 50ء میں منعقد ہوئی (جس میں سینٹ پال نے بھی شرکت کی) جس میں تورات کے کئی احکامات کی پابندی سے غیر اسرائیلیوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا، البتہ انھیں زنا، بت پرستی اور خون آمیز گوشت کھانے سے منع کیا گیا۔ اس وقت تک حضرت عیسیٰ کے خدا کے بیٹے ہونے کا عقیدہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

عیسائیت کے عقائد کی تعلیم اور اشاعت رومن دور میں ممنوع تھی اور مبلغین پر بہت تشدد کیا جاتا تھا۔ تشدّد کا یہ سلسلہ اس وقت رکا جب رومن شہنشاہ کانسٹنٹائن نے تقریباً 312ء میں عیسائیت قبول کرلی۔ لیکن یہ محض عقیدے کی قبولیت تھی ورنہ کاروبارِ مملکت پرانے رومن طریقے ہی پر چلتا رہا اور اس معاملے میں کسی عیسائی عالم کا کوئی اعتراض ریکارڈ پر موجود نہیں ہے۔ عیسائیت کے سرکاری مذہب بن جانے کے باوجود مملکت کے سیکولر ہونے کی یہ پہلی مثال تھی۔ اس حکومتی سیکولرزم کی وجہ یہ تھی کہ سینٹ پال کی تعلیم کے مطابق عیسائی عقیدہ اختیار کرنے کے بعد دنیاوی معاملات سے خدا کا تعلق ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ 325ء میں نیقیہ کے مقام (موجودہ ترکی میں ازنک) پر تقریباً 300 عیسائی بشپ اکٹھے ہوئے، جنھوں نے بحث مباحثے کے بعد اس عقیدے کا اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا کے بیٹے اور اس کی ذات کا حصہ ہیں (اس طرح حضرت عیسیٰ کے خدا کے بیٹے ہونے کا عقیدہ پیدا کیا گیا)۔

تقریباً 476ء میں جرمن گاتھ حکمرانوں کے ہاتھوں مغربی یورپ میں رومن سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ گاتھ چونکہ قبائلی طرزِ زندگی کے عادی تھے اس لیے انھوں نے کوئی مرکزی حکومت قائم نہیں کی جس کے نتیجے میں مغربی یورپ میں ہر طرف طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ہر جگہ چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں اور جاگیرداریوں نے جنم لیا اور باہم جنگ و جدِل شروع ہو گئی۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک ہزار سال تک جاری رہا۔ اس عرصے کو یورپ کا تاریک دور یا ازمنہ وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ اسی دور میں عیسائیت میں پوپ کے منصب کا آغاز ہوا اور اسے مذہبی معاملات میں مکمل دسترس حاصل ہو گئی، اس کا کہا خدا کا کہا سمجھا جانے لگا۔ یہی دور تھا جب مصر کے صحرا میں رہنے والے کچھ عیسائی مبلغّین نے رہبانیت اختیار کی۔ 500ء میں سینٹ بینیڈکٹ، روم میں لوگوں کی اخلاقی بے راہ روی سے اس قدر تنگ آیا کہ اس نے اپنی تعلیم کو خیر باد کہا اور ایک غار میں رہائش اختیار کی تاکہ اپنے نفس کو پاک رکھ سکے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اور لوگوں کو بھی دعوت دی۔ جب ایک اچھی خاصی تعداد شاگردوں کی میسّر آگئی تو 529ء میں اس نے باقاعدہ ایک راہب خانے کی بنیاد رکھی اور راہبوں کے لیے ضابطے تحریر کیے جو آج بھی راہب خانوں میں نافذ العمل ہیں۔ ان ضوابط میں راہبوں کے لیے شادی کی ممانعت، مہمانوں سے آزادانہ ملنے پر پابندی، مخصوص لباس پہننے کی پابندی، سونے جاگنے، سفر کرنے اور ملنے ملانے، کھانے پینے کے آداب اور طریقے شامل تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ

رہبانیت اختیار کرنے والوں نے پاکیِ نفس کے لیے غلو اور اس سے بڑھ کر انسانی جسم و جان پر بے جا پابندیاں اور تشدّد شروع کیا جو کہ انسانی فطرت کے خلاف تھا۔ اسی کی تعلیم یہ لوگ عوام کو دیا کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ یہ راہب لوگوں اور خدا کے درمیان واسطہ بن گئے اور مذہبی معاملات میں انھیں ایک ناقابلِ چیلنج اختیار حاصل ہو گیا۔ ایک طرف ان راہبوں کے دُنیاوی اُمور سے الگ ہو جانے اور خود کو راہب خانوں تک محدود کرنے کے باعث حکومتوں کے لیے سیکولر ہونے کو ایک طرح کا کھلا میدان اور جواز فراہم ہوا، تو دوسری طرف راہبوں، بشپوں اور پوپ کی اس مطلق العنانی نے اختیار کے غلط استعمال کو جنم دیا اور شہنشاہ کانسٹنٹائن کے عہد میں منعقدہ کونسل آف نیقیہ میں طے کردہ عیسائی عقیدے سے اختلاف کرنے والوں کے خلاف سخت متشدّدانہ رویّہ اختیار کیا گیا۔ عیسائی دنیا میں سینکڑوں برس تک اس صورتِ حال کے جاری رہنے سے انسانی فطرت میں اس کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی۔ پوپ چونکہ اٹلی کے شہر روم میں موجود تھا، اس لیے تحریک احیائے علوم کا آغاز بھی (چودھویں صدی عیسوی میں) روم ہی سے ہوا۔ اس تحریک کے اثرات سے لوگوں نے راہبوں اور پادریوں کی سوچ و فکر سے آزاد ہو کر سوچنا شروع کر دیا۔ اس زمانے کے فلسفیوں اور دانشوروں نے دلائل کے ذریعے عیسائیت کے مذہبی عقائد کا غیر عقلی اور غیر فطری و غیر منطقی ہونا لوگوں کے سامنے ثابت کرنا شروع کیا۔ سولھویں صدی عیسوی میں بائبل میں دی گئی کائنات اور زندگی سے متعلق بعض معلومات کے سائنسی طور پر غلط ثابت ہونے سے مذہبی عقیدے کی لوگوں پر گرفت بالکل کمزور پڑ گئی۔ یہ بغاوت عیسائیت کے ایسے قوانین اور ضوابط کے خلاف نہیں تھی جو حکومتی معاملات، طرزِ معاشرت، معیشت وغیرہ سے متعلق ہوتے کہ ایسے قوانین تو عیسائیت میں تھے ہی نہیں بلکہ عیسائیت تو محض ایک عقیدے کا نام تھی، جسے نیقیہ کی کونسل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور توریت کے احکامات کو نظر انداز کر کے سینٹ پال کے خوابوں اور روحانی مکاشفات کے نتیجے میں اختیار کیا تھا اور انسان کی نجات کے لیے لازمی قرار دیا تھا۔ یہ عقیدہ چونکہ یونانی دیومالا اور یونانی فلسفے کے زیرِ اثر پروان چڑھا تھا، اس لیے جدید سائنسی انکشافات و اکتشافات کی ذراسی ٹھوکر بھی نہ سہہ سکا۔

انسانیت پر اثرات: یورپ کی عوام چونکہ راہبوں کے غیر فطری مذہبی رجحانات سے تنگ آ چکے تھے اور سارا یورپ عیسائی علما کے صدیوں تک جاری رہنے والے جھگڑوں اور لڑائیوں کے نتائج کو بھی بھگت چکا تھا، اس لیے

مذہبی عقیدے سے بغاوت یورپ کے اجتماعی ضمیر میں جلد جذب ہو گئی۔ Renaissance یعنی تحریک احیائے علوم کا زمانہ عروج سترھویں تا انیسویں صدی عیسوی ہے۔ اس دور میں مذہب بے زار فلسفیوں، دانش وروں اور فلسفی سائنس دانوں نے بڑے بڑے تعلیمی ادارے اور یونیورسٹیاں قائم کیں جن کے ذریعے اپنے خیالات کو عام کیا۔ اسی دور میں یورپ نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی۔ یورپ میں مذہب بیزاری خدا کے انکار اور انسان کو بندر کی اولاد سمجھنے تک جا پہنچی۔ اب یورپ میں زندگی کی معراج یہ ٹھہری کہ انسان اپنی دنیا کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ساری جدوجہد کرے۔ تمام انسان بھی عام حیوانوں کی طرح حیوان ہی ہیں، لہٰذا اس دنیا میں بقا محض طاقتور کو نصیب ہو گی۔ (چارلس ڈارون اور ہربرٹ سپنسر اس فکر کے علَم بردار تھے۔)

اس فلسفے کے عام ہو جانے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کا ہتھیار ہاتھ آ جانے کے بعد یورپی اقوام کمزور اقوام پر ٹوٹ پڑیں۔ مفتوحہ ممالک پر اپنے قبضے کو مستحکم کرنے کے لیے یورپی اقوام نے وہاں اپنی جدید سیکولر اور لبرل فکر کی ترویج کے لیے کالج اور یونیورسٹیاں تعمیر کیں۔ مفتوحہ اقوام کے تعلیمی ادارے، اُن کی زبانوں میں تعلیم اور عدالتوں کا نظام موقوف کیا اور معاشرت اور معیشت میں اپنی تہذیب اور اپنے تمدّن کو رائج کیا جسے مفتوح اور مرعوب و شکست خوردہ لوگوں نے قبول کیا۔ فاتح اقوام نے رزق کے ذرائع اپنے قائم کردہ جدید سیکولر تعلیمی اداروں کی اسناد کے ساتھ منسلک کر دیے۔ مفتوحہ اقوام کے نوجوان یورپ میں بھی تعلیم حاصل کرنے لگے (طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یورپی اقوام نے اپنے مفتوحہ ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کا اہتمام نہیں کیا بلکہ ان تمام ممالک کو آزادی حاصل ہونے کے بعد خود اس کے لیے جدوجہد کرنی پڑی)۔ اس طرح یورپ کی خدا اور مذہب سے بغاوت پر مبنی فکر، ادب، عمرانیات، فلسفہ، آرٹ اور انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی تعلیم کے ذریعے تمام دنیا میں پھیل گئی۔

البتہ لوگوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد اب تک دینِ اسلام سے وابستہ ہے اور یورپ کی اس فکر کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کے ممالک میں اس مذہبی اور غیر مذہبی کی تقسیم نے ہر طرف انتشار اور فساد پیدا کر دیا ہے۔ افراد، طبقات اور اقوام باہم دست و گریباں ہیں۔ سیکولر نظامِ تعلیم کے نتیجے میں خدا، رسول اور احتساب بعد الموت پر اعتقاد کے کمزور پڑنے سے مادہ پرستی، لذت کوشی، حرص، ظلم، عریانی و فحاشی، کاروباری ذہنیت، دھوکا دہی، قتل و غارت گری اور بدامنی ہر طرف پھیل چکی ہے۔

کمیونزم اور سوشلزم کا بانی کارل مارکس ایک غیر مذہبی شخص تھا جس کا باپ ہنرچ خاندانی طور پر ایک یہودی، ایک جرمن شہری اور پیشے کے اعتبار سے وکیل تھا اور فکری طور پر یورپ میں برپا (خدا بے زاری پر مبنی) تحریکِ احیائے علوم کے سرخیل فلسفیوں والٹئیر اور کانٹ سے متاثر تھا۔ کارل مارکس کے باپ نے یہودی ربیوں کے سلسلہ نسب سے منسلک ہونے کے باوجود غالباً اپنی پیشہ ورانہ ضرورت کے تحت ایوینجلیکل عیسائیت میں بپتسمہ لیا اور چھ برس کی عمر میں کارل مارکس کو بھی بپتسمہ دے دیا، مگر اپنی عملی زندگی میں وہ ایک سیکولر، یعنی لادین شخص تھا۔ کارل مارکس کے کمیونزم کی شکل میں طبقاتی کش مکش کا علَمبر دار ہونے کا پس منظر شاید یہ تھا کہ اس کی قوم یہود کے ساتھ یورپ کے تنگ نظر عیسائی مذہبی لوگوں نے ازمنہ وسطیٰ کے دوران بہت برا سلوک کیا تھا۔ عیسائی اہلِ مذہب کے امتیازی سلوک نے اسے نفسِ مذہب ہی سے بے زار کر دیا اور وہ بہت جلد مشہور خدا فراموش جرمن فلسفی فریڈرک ہیگل کا خوشہ چین بن گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا)

مغرب میں دہریت کیسے عام ہوئی؟ اسلام کی پوری تاریخ کے اندر، اسلام کو ان دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو یورپ کو انکے غلط عقیدے کی وجہ سے کرنا پڑیں۔ بہت اہم مشکلات میں سے ایک مذہب اور سائنس کے درمیان خوفناک اختلافات تھے۔ مذہب اس بے رحمی کیساتھ سائنس سے جا ٹکرایا کہ کلیسا نے بہت سے سائنسدانوں کو زندہ جلا دیا اس بنا پر کہ وہ انکی کتاب کے خلاف چل رہے تھے۔

اہلِ کلیسا کے ان لرزہ خیز مظالم اور چیرہ دستیوں نے پورے یورپ میں ایک ہلچل مچادی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کے مفادات کلیسا سے وابستہ تھے، سب کے سب کلیسا سے نفرت کرنے لگے اور نفرت و عداوت کے اس جوش میں انھوں نے مذہب کے پورے نظام کو تہ وبالا کر دینے کا تہیہ کر لیا چنانچہ غصے میں آکر وہ ہدایتِ الٰہی کے باغی ہو گئے۔

گویا اہلِ کلیسا کی حماقت کی وجہ سے پندرہویں اور سولہویں صدیوں میں ایک ایسی جذباتی کش مکش شروع ہوئی، جس میں چڑ اور ضد سے بہک کر تبدیلی کے جذبات خالص الحاد کے راستے پر پڑ گئے۔ اور اس طویل کش مکش کے بعد مغرب میں تہذیب الحاد کا دور دورہ شروع ہوا۔

اس تحریک کے علَمبر داروں نے کائنات کی بدیہی شہادتوں کے باوجود زندگی کی ساری عمارت کو اس بنیاد پر

کھڑا کیا کہ دنیا میں جو کچھ ہے، وہ صرف مادہ ہے۔ نمو، حرکتِ ارادی، احساس، شعور اور فکر سب اسی ترقی یافتہ مادہ کے خواص ہیں۔ تہذیبِ جدید کے معماروں نے اسی فلسفے کو سامنے رکھ کر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی عمارت تعمیر کی۔ ہر تحریک جس کا آغاز اس مفروضے پر کیا گیا کہ کوئی خدا نہیں، کوئی الہامی ہدایت نہیں، کوئی واجب الاطاعت نظامِ اخلاق نہیں، کوئی حشر نہیں اور کوئی جواب دہی نہیں، ترقی پسند تحریک کہلائی۔ اس طرح یورپ کا رُخ ایک مکمل اور وسیع مادیت کی طرف پھر گیا۔ خیالات، نقطہ نظر، نفسیات و ذہنیت، اخلاق و اجتماع، علم و ادب، حکومت و سیاست، غرض زندگی کے تمام شعبوں میں الحاد اس پر پوری طرح غالب آگیا۔ اگرچہ یہ سب کچھ تدریجی طور پر ہوا اور ابتدا میں تو اس کی رفتار بہت سُست تھی لیکن آہستہ آہستہ اس طوفان نے سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اسلام اور سائنس

دوسری طرف اسلام کی تاریخ میں آپکو ایسا کچھ نہیں ملتا۔ اسلام نے ہمیشہ سائنسی تحقیقات کیلئے دروازے کھلے رکھے ہیں اور دانشوارانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ سائنسدان عموماً بہت سے خلفاء کے دربار اور اسمبلیوں میں خصوصی مہمان ہوتے اور انکی سرپرستی میں شاہی تحائف اور مراعات کا ایک منصفانہ حصہ وصول کرتے۔

مسلم دنیا کی اپنی طویل تاریخ میں کبھی بھی سائنسدانوں کو اس ظلم و ستم، پابندیوں اور جانچ پڑتال کا سامنا نہیں کرنا پڑا جیسا کہ یورپ میں انکے ساتھ ہوا۔ چرچ نے مذہب کے نام پر لوگوں کیساتھ بہت برا برتاؤ کیا، انکے مال کا ایک بڑا حصہ ان سے چھین لینا، انکی دانشورانہ زندگیوں کو محدود کر دینا، مفکروں اور سائنسدانوں کو زندہ جلا دینا، ان کا معمول تھا۔

مسلمان تاریخ میں سائنس اور مذہب کے درمیان دوستی دیکھنے کو ملتی ہے کہ پہلی وحی ہی میں تھا: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ سائنس اسلام ہی کے دیئے گئے ثمرات میں سے ایک ہے۔ آج کی سائنس اللہ عزوجل کے حکم، پڑھنے، سیکھنے، سکھانے اور غور و فکر بجالانے کا ہی نتیجہ ہے۔ بلکہ احادیث میں تو ترقی کا یہ حال بیان کیا گیا ہے کہ جوتے کے تسمے، انسان کا جسم بھی باتیں کرے گا چنانچہ جامع ترمذی، مصنف ابی شیبہ اور مشکوٰۃ شریف میں ہے ''عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى

تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْإِنْسَ، وَحَتَّى تُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاكُ نَعْلِهِ، وَتُخْبِرَهُ فَخِذُهُ بِمَا حَدَثَ فِي أَهْلِهِ بَعْدَهُ'' ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور حتیٰ کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ باتیں کرے گا اور اس کی ران اسے وہ سب خبر دے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے پیچھے کیا۔

(الکتاب المصنف، کتاب الفتن، ماذکر فی فتنۃ الدجال، جلد7، صفحہ502، حدیث37555، مکتبۃ الرشد، الریاض)

وہ لوگ جو سیکولرزم کو مسلم دنیا میں لانے کے خواہاں ہیں، اسلامی دنیا کی مذہبی تاریخ اور یورپ کی مذہبی تاریخ کے اس بڑے فرق کو نظر انداز کرتے ہیں جہاں سے سیکولرزم نے جنم لیا۔ یعنی سیکولرزم عیسائیت کے ان پادریوں سے نکلی جنہوں نے دین میں تحریف کر کے ایسے خود ساختہ قوانین لوگوں پر مسلط کر دیئے جس پر عمل لوگوں پر دشوار و ناممکن ہو گیا، جبکہ اسلام تحریف سے پاک مذہب ہے۔ اسلامی کے تمام قوانین چاہے وہ عبادت کے متعلق ہوں یا معاشرے یا سیاست ہر میدان میں وہ کامل ہیں، کیونکہ وہ کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول علیہ السلام کے بنائے ہوئے ہیں، انہی قوانین پر عمل کر کے مسلم حکمرانوں نے دنیا پر راج کیا ہے اور عدل و انصاف اور معاشرتی ترقی کو پوری دنیا کے آگے پیش کیا۔

موجودہ الحاد کی تاریخ: موجودہ الحاد کی تحریک کی تاریخ ہم سولہویں صدی کے اختتام سے شروع کر سکتے ہیں۔ یورپ میں قرون وسطی میں کلیسا کے مظالم کے خلاف تحریکیں اٹھیں اور عیسائیت میں ایک نئے فرقے پروٹسٹنٹ کا ظہور ہوا۔ ان دونوں فرقوں میں کئی بار باہمی خانہ جنگی ہوئی۔ جب کوئی پروٹسٹنٹ حکمران ہوتا تو وہ کیتھولک پر مظالم کرتا اور جب حکمران کیتھولک ہوتا تو وہ پرٹسٹنٹ پر مظالم کرتا۔ یہ صورت حال عوام کے لئے مذہب سے بیزاری کا ایک اہم سبب بنی۔

اس کے ساتھ ہی اس دور میں یورپ میں نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا عمل شروع ہوا اور تعلیم تیزی سے پھیلنے لگی۔ اس وقت مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سائنس کی نئی دریافتوں بالخصوص کائنات کے متعلق ان سائنس دانوں کے پیش کردہ نظریات کے متعلق متشددانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ اطالوی فلسفی اور ماہر طبیعات جیوردانو

برونو(CE1600-1548) پر بھی الحاد کے الزام میں مذہبی عدالت کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا، کچھ عرصے کی قید بامشقت کے بعد معافی مانگنے سے انکار کیا تو زندہ جلا دیا گیا۔ اسی طرح دیگر ماہرین فلکیات اور طبیعات کو بائبل کے خلاف ان کے سائنسی نظریات کو بنا پر سزائے موت دی گئیں جن میں نکولس کو پرنیکس (CE1543-1473)جیور جیس اگریکولا(1494-1555)جیسے مشہور سائنس دان شامل تھے۔

سائنسی علوم کے علمبر داروں نے جب عیسائیت کو منطقی اور عقلی میزان پر جانچنا چاہا اور عیسائیت کے بعض عقائد پر تنقید کی تو یہ بات مذہبی طبقے کی جانب سے برداشت نہ کی گئی۔ اس معاملے میں عیسائیت سے وابستہ یہ دونوں فرقے شدت پسند تھے، مذہبی انتہاء پسندی اس حد تک پہنچ گئی کہ کوئی بھی شخص جو مذہبی عقائد سے ذرا سا اختلاف بھی کرتا تو اسے مرتد قرار دے کر قتل کر دیا جاتا۔ پروٹسٹنٹ نے اگرچہ عیسائیت کو پوپ کی غلامی سے آزاد اور کئی مذہبی اصلاحات نافذ کر کے عیسائیت کو روشن خیالی کی طرف گامزن کیا تھا لیکن اس بات پر وہ بھی تحمل نہ کر سکتے تھے کہ بائبل کے بیانات کو کوئی عالم عقلی طور پر غلط ثابت کر دے۔ کئی سائنسدانوں کو بائبل کے خلاف ان کے علمی نظریات کی بنا پر سزائے موت دی گئی۔ ان سائنس دانوں پر مذہبی رہنماؤں کے تشدد اور عیسائیت میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی باہمی خون ریزی کے نتیجے میں ناگزیر طور پر مذہب اور خدا کے متعلق بھی بہت سے لوگوں کی فکر متاثر ہوئی۔

کئی لوگ ان ساری صورتحال کی وجہ سے مذہب سے بیزار ہو رہے تھے اور مذہب پر کھلی تنقید کر رہے تھے۔ اس تنقید میں سب سے زیادہ حصہ اس دور کے فلسفیوں نے لیا۔ ڈیکارٹ(Decartes)(1650-1596)جو جدید فلسفہ کا بانی سمجھا جاتا ہے پہلا شخص تھا جس نے فلسفہ اور مذہب میں تفریق پیدا کی۔ اگرچہ وہ خدا کا قائل تھا لیکن وہ عقل پرستی کو فروغ دینے کا زبردست حامی تھا۔ اٹھارہویں صدی میں مشہور امریکی فلسفی ٹامس پائین(1809ء-1737ء) نے اپنی کتاب "The Age of Reason" شائع کی جس میں اس نے اپنے خیال کے مطابق عیسائیت کی خرابیوں اور بائبل کی غیر منطقی باتوں کو واضح کرتے ہوئے ان پر شدید تنقید کی۔ اس کے بعد ملحد فلسفیوں کی جانب سے مذہب پر تنقید کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس ضمن میں مشہور فلسفی کانتے (1798-1857)نے ایک خاص فلسفہ پیش کیا جو"پاز

ٹیوازم" (Positivism) کہلاتا ہے۔ اس کی رو سے صرف ان چیزوں کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے جو قابل مشاہدہ اور قابل ثبوت ہیں اور بقیہ چیزوں کے وجود کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ اللہ عزوجل کی ذات قابل مشاہدہ نہیں، اس وجہ سے اس کا انکار کر دیا گیا۔ کانتے کا یہ فلسفہ دورِ جدید کے الحادی نظام کی اہم بنیاد بنی۔ مذہبی علماء اور سائنس دانوں کی یہ خانہ جنگی مذہب اور سائنس کے درمیان ایک بہت بڑی خلیج پیدا کر رہی تھی۔ اس تشدد کی وجہ سے عقل پسند طبقے کے لئے مذہب اور اس سے وابستہ تمام امور قابل نفرت ہو چکے تھے۔ مذہب کے غیر ضروری عقائد، نفس کشی، عبادات اور دیگر تمام حدود سے وہ تنگ آکر باہر آنے لگے۔

اب تک اہل مذہب یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ کائنات کا وجود ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کا کوئی خالق موجود ہے۔ چارلس ڈارون (1809۔1882) نے نظریہ ارتقاء پیش کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بے جان مخلوق سے خود بخود ایک جاندار خلیہ پیدا ہوا جو کہ لاکھوں سالوں میں ارتقا کے عمل سے گزر کر ابتدائی درجے کا جانور بنا اور پھر کروڑوں سالوں میں آہستہ آہستہ یہ مختلف جانوروں کی صورت اختیار کرتا ہوا انسان بن گیا۔ اس کے بعد ملحد لوگ بالاعلان مذہب سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور بہت سے سائنس دان و فلسفی خدا کی مختلف توجیہات پیش کرنے لگے۔

اسی دوران Deism کی تحریک پیدا ہوئی۔ اس کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ اگرچہ خدا ہی نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے لیکن اس کے بعد وہ اس سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ اب یہ کائنات خود بخود ہی چل رہی ہے۔ اس تحریک کو فروغ ڈیوڈ ہیوم اور مڈلٹن کے علاوہ مشہور ماہر معاشیات ایڈم سمتھ (1723۔1790) کی تحریروں سے بھی ملا۔ ان لوگوں نے بھی چرچ پر اپنی تنقید جاری رکھی اور چرچ کا جبر و تشدد جاری رہا۔ تقریبا دو سو سال تک یہ تحریک بھی مختلف شکلوں میں موجود رہی اور مذہب و سائنس کے درمیان جنگ جاری رہی۔ اٹھارہویں صدی میں کارل مارکس (1818۔1883) نے اشتراکیت کا نظام پیش کیا۔ اگرچہ یہ نظام معاش سے متعلق تھا لیکن اس کی بنیاد اس تصور پر تھی کہ مذہب عوام کے استحصال کے لئے گھڑا گیا ہے۔ دیگر فلسفیوں کی طرح مارکس نے بھی مذہب پر کئی واضح تنقدیں کیں لیکن ان کی تنقید کا محور بالخصوص یونانی فلسفی اور ان کا مذہب تھا۔

سائنس اور مذہب کے مابین اس جنگ میں سائنس کی جیت ہوئی اور علمی ترقی سے لوگوں پر یہ بالکل واضح

ہو گیا کہ زمین کی پیدائش، نظامِ شمسی اور زمین کی ہیئت کے بارے میں اہل مذہب کی آرا کس قدر غیر معقول ہیں۔ اس فکر کے ردعمل میں کلیسا کی طرف سے جو انتہائی درجے کا جبر و تشدد اختیار کیا گیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹھارہویں صدی میں یورپ کے اہل علم میں بالعموم انکار خدا کی لہر چل نکلی جو انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل تک اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

انیسویں صدی کے آخر تک الحاد مغرب میں اپنی مضبوط جڑیں پکڑ چکا تھا لیکن بیسویں صدی کے ہی نصف میں کئی ایسے علمی انکشافات ہوئے جنہوں نے وہ اکثر بنیادیں گرا دیں جس پر ملحدین کے افکار قائم تھے۔ ملحدین یہ خیال کرتے تھے کہ کائنات ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن اسی صدی میں بگ بینگ(Big Bang)تھیوری نے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا۔ اس تھیوری کے مطابق کائنات توانائی کے ایک بہت بڑے گولے کی شکل میں موجود تھی جو ایک بہت عظیم دھماکے (Big Bang) کے نتیجے میں مادے کی صورت اختیار کر گیا۔ اس نظریے کو ماننے کا مطلب یہ تھا کہ یہ مان لیا جائے کہ کائنات کا کوئی خالق ہے۔ لہٰذا ابتداء میں ملحد سائنس دان اور مفکرین نے اس نظریے کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن مزید سائنسی تحقیقات نے اس نظریے کو اس قدر تقویت دی کہ اسے ٹھکرانا ممکن نہیں رہا۔ وہ قدیم نظریات جو الحاد کی بنیاد بن چکے تھے، رفتہ رفتہ سائنسی ترقی اور کائنات کے متعلق نئے انکشافات کی وجہ سے رد ہو رہے تھے۔ تجربہ گاہوں میں ڈارون کے نظریے پر جب تنقیدی نگاہ ڈالی گئی تو یہ نظریہ کسی بھی طرح ثابت نہ ہو سکا بلکہ کئی شواہد اس کو رد کرنے کے لئے کافی تھے۔ کمیونزم کا وہ معاشی نظام جو مذہب کے خلاف ایک بہت بڑی تحریک بن چکی تھی، روس اور چین میں اس کے زوال کے ساتھ ہی الحاد کی بنیادیں کمزور ہونا شروع ہو گئیں۔ اس ساری صورتحال کی وجہ سے بالعموم عقل پسند سائنس دانوں میں خدا کو ماننے کی تحریک شروع ہوئی اور کئی بڑے سائنس دان اور فلسفیوں نے خدا کے وجود کو منطقی بنیادوں پر تسلیم کیا۔

دہریت کا آخری دور: دہریت کے آخری دور کے بارے میں ادریس آزاد صاحب نے لکھا ہے: ”رچرڈ ڈاکنز کی ایک ویڈیو پچھلے دنوں مشہور ہوئی جس میں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ زمین پر زندگی کیسے شروع ہوئی ہو گی؟ تو انہوں نے جواب دیا، ایک سیل سے۔ اُن سے مکرر پوچھا گیا کہ وہ سیل کہاں سے آیا ہو گا؟ تو انہوں نے جواب دیا، ممکن ہے کسی اور نظامِ شمسی کے کسی اور سیارے پر زندگی کی ترقی ہماری ترقی سے لاکھوں سال

پہلے ہوئی ہو اور وہ ارتقا میں ہم سے لاکھوں سال آگے ہوں۔ ممکن ہے انہوں نے زندگی کی ایک ایسی شکل ڈیزائن کی ہو جیسی ہمارے سیارے پر ہے اور انہوں نے ہی ہمارے سیارے پر سیڈنگ یعنی زندگی کا بیج بویا ہو۔

رچرڈ ڈاکنز کو جدید ماڈرن ویسٹرن کیپٹالسٹ ایتھزم کا بابا آدم مانا جاتا ہے۔ خدا کا انکار اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مشن رہا ہے، لیکن مذکورہ بالا انٹرویو میں انہوں نے علی الاعلان تسلیم کیا ہے کہ ممکن ہے ہمارے سیارہ زمین پر موجود زندگی کسی ذہین مخلوق کے ذہن کی تخلیق ہو۔ اتنا تسلیم کر لیا تو گویا کمتر درجے کا سہی۔ کم از کم رچرڈ ڈاکنز یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر موجود زندگی کا سارا پروگرام کسی ذہین خالق کا بنایا ہوا ہو سکتا ہے، یعنی آرگومنٹ آف ڈیزائن کو کلیۃً رد نہیں کیا جا سکتا۔ آرگومنٹ آف ڈیزائن فلسفے کی ایک مشہور دلیل ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبات تشکیلِ جدید کے باب دوم کا آغاز ہی اُن تین مشہور آرگومنٹس سے کیا ہے جو وجودِ خدا کے حق میں فلسفیوں نے آج تک دیے۔ انہیں عربی میں ادلّہ ثلاثہ بھی کہتے ہیں:

دلیل کونی (Cosmological Argument)

دلیل غائی (Argument Teleological)

دلیل وجودی (Ontological Argument)

ان میں دلیلِ غائی کو آرگومنٹ آف ڈیزائن بھی کہتے ہیں۔ اس دلیل کے مطابق اس کائنات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی ذہین مخلوق کی ایجاد ہے۔ ہر شے میں غایت پائی جاتی ہے۔ مثلاً جانور میٹھا پھل زیادہ شوق سے کھاتے ہیں تو میٹھے پھل کی گھٹلیاں بھی دوسرے درختوں کے مقابلے میں زیادہ زمین پر گرتی ہیں۔ درخت کو کس نے بتایا کہ وہ اپنے پھل کو میٹھا اور خوش ذائقہ بنادے تو اس کی نسل ہمیشہ باقی رہ سکتی ہے؟ ثابت ہوا کہ کسی نے پہلے سے ڈیزائن کر رکھا ہے۔ یہ ہے دلیل غائی یا ٹیلیولاجیکل آرگومنٹ۔ رچرڈ ڈاکنز جو ڈاکنسٹ تحریک یعنی ڈاکنزم کے بانی ہیں۔ اُن کی مشہور کتابوں کے نام ہی بنیادی طور پر آرگومنٹ آف ڈیزائن کی نفی کرتے ہیں۔ مثلاً دی سیلفیش جین (The selfish gene) یا بلائینڈ واچ میکر یعنی اندھا گھڑی ساز وغیرہ، ڈاکنز کے ابتدائی دور کی مشہور ترین کتابیں ہیں۔ شروع شروع کے مباحث اور مناظروں میں ڈاکنز آرگومنٹ آف ڈیزائن کی شدید مخالفت کرتا تھا لیکن اکیسویں صدی میں فلکیات کی کوانٹم کی بے پناہ تھیوریز کے بعد اب ڈاکنز نے کچھ عرصہ سے یہ تسلیم کرنا شروع کر دیا

ہے کہ ڈیزائن تو ہو سکتا ہے لیکن وہ ڈیزائن خدا نے نہیں بنایا، کسی اور سیّارے پر کوئی ہم سے زیادہ ذہین مخلوق ہو سکتی ہے اور وہ چاہے تو ایسا ڈیزائن بنا سکتی ہے۔ڈاکنز کے شاگرد اور جانشین اور سخت لہجے کے سپیکر لارنس کراؤس سے سوال کیا گیا کہ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم سب کسی اور کا لکھا ہوا پروگرام ہوں اور کسی کمپیوٹر کی ڈسک میں چل رہے ہوں؟ تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواب دیا، ممکن ہے، ضرور ممکن ہے، لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ جس نے وہ پراگرام لکھا وہ خدا ہی ہے؟

غرض آج کے عہد کا دہریہ (ایتھسٹ) یہ تسلیم کرتا ہے کہ ہمارا ڈیزائنر کوئی اور ہو سکتا ہے اور یہ عین سائنسی بات ہے۔ اب پیچھے رہ جاتا ہے، وہ خدا جسے کسی نے نہیں بنایا۔ جو خود سے ہے، جو ازل سے ہے اور جو ہمیشہ رہے گا، جو حی و قیوم ہے اور جو سب سے بڑی عقل کا مالک ہے۔ سو اُس خدا کے وجود سے ہنوز رچرڈ ڈاکنز کو انکار ہے۔ رچرڈ ڈاکنز اس کائنات کے بارے میں یہ مانتے ہیں کہ اسے کسی نے نہیں بنایا، یہ خود سے ہے، اور اسی کائنات نے سیارے پیدا کیے اور ان میں زندگی اور ذہانت پیدا کی۔ سٹرنگ تھیوری کے بعد رچرڈ ڈاکنز اس امکان کو بھی رد نہیں کر سکتے کہ کائنات (عالمین) ایک نہیں کئی ہیں۔ نظریہ اضافیت کے بعد رچرڈ ڈاکنز اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ کسی شخص کا ایک منٹ کسی اور شخص کے کئی سالوں کے برابر بھی ہو سکتا ہے۔ڈاکنز خود مائیکرو بیالوجسٹ ہیں۔ وہ ڈی این اے کے انٹیلیجنٹ لینگویج ہونے، اس میں تبدیلیوں کے امکان، میوٹیشن کے مافوق العقل وجود اور نئی نئی مخلوقات کی پیدائش سے کب انکار کر سکتے ہیں؟ انسان کبھی مکمل طور پر نان وائلنٹ مخلوق بن کر کسی خوشنما باغ میں ایسے رہ رہا ہو کہ اُسے ہزاروں سال موت نہ آئے، اس امکان سے بھی ایک مائیکرو بیالوجسٹ عہد حاضر میں انکار نہیں کر سکتا۔

اس سب پر مستزاد یہ ایک خاصی مشہور تھیوری بھی ہے کہ یہ کائنات سانس لیتا ہوا ایک ذہین فطین جاندار ہے جو فورتھ ڈائمینشنل ہے۔ علاوہ بریں پین سپرمیا بھی ایک تھیوری ہے کہ کائنات حیات سے چھلک رہی ہے اور خلا میں اڑتے ہوئے پتھروں میں بھی ڈی این اے یا ابتدائی حیات کے امکانات مضمر ہیں۔

دراصل ڈاکنز کا اصل مسئلہ خدا نہیں ہے۔ نہ ہی مذہب ہے اور نہ ہی مذہبی ہونا ہے۔ڈاکنز اور اس کے ماننے والوں کا اصل مسئلہ وہ سیٹ آف رُولز ہے جسے نظامِ حیات کہتے ہیں۔ مذہب بھی ایک سیٹ آف رُولز پیش کرتا ہے

جسے کمانڈ منٹس کہا جاتا ہے۔ ڈاکنز اور اس کے ماننے والوں کو اُس سیٹ آف رُولز کے ساتھ اختلاف ہے۔ مزید باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ اختلاف بنیادی طور پر نظریہ علم کا اختلاف ہے یعنی ایپسٹمالوجی کا۔ مذہب کے نزدیک وحی ایک برتر سورس آف نالج یعنی ایک ایسا ذریعہ علم ہے جو ہمارے کمتر شعور کے لیے ہمیشہ رہنما کا کام دے سکتا ہے۔ دہریت کو یہ خیال مکمل طور پر نان اکیڈمک لگتا ہے۔ یہ بات بھی غلط نہیں کہ یہ سارا خیال حسّی علوم کی ترقی کے بعد اکیڈمک محسوس ہونے لگا ہے۔ یہی کوئی سترھویں صدی عیسویں سے لے کر اب تک۔ اس سے قبل چونکہ حسّی علوم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا تو دنیا کا ٹوٹل وژن ہی مختلف تھا۔ اگر ڈاکنسٹس اس امکان کو رد نہیں کرتے کہ ہم کسی اور زیادہ ذہین ہستی کا بنایا ہوا ڈیزائن ہو سکتے ہیں تو وہ اس امکان کو کیوں رد کر دیتے ہیں کہ ہم تک پہنچنے والی رہنمائی یعنی وحی بھی اُس برتر شعور کی جانب سے بھیجی ہوئی ہدایت ہو سکتی ہے؟

غرض یہ مذہب نہیں جس کے پاس بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچا، بلکہ یہ دہریت ہے جس کے پاس بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچا، کیونکہ اب اس تھیوریز کے رَش کے دور میں کہ جب آف سائنس کی پیدائش کا زمانہ گزر چکا ہے اور تھیوریز آف سائنس کی شدت کا زمانہ چل رہا ہے، کون انکار کر سکتا ہے کہ حسی سائنس چند دہائیاں بھی مزید اپنے پیروں پر کھڑی رہ سکتی ہے۔ سائنس پر عقلیت (ریشنلزم) پوری طرح غلبہ پانے کے قریب ہے اور وہ دن دُور نہیں جب حسیّت (امپر سزم) کے مقابلے میں دوبارہ عقلیت دنیا پر راج کرنے لگے گی۔ آپ غور کریں تو آپ کو فوراً یاد آئے گا کہ گزشتہ کئی دہائیوں سے سائنس نے کوئی لا (قانون) پیش نہیں کیا۔ جب بھی پیش کی تھیوری پیش کی۔ اب اس بات سے حتمی طور پر کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ دیکھیے! سائنس میں لا آنے کا مطلب ہوتا ہے کہ تجربی سائنس کا عمل جاری ہے اور بار بار کے تجربہ سے فزیکل قوانین اخذ کیے جا رہے ہیں، لیکن تھیوریز کی بہتات کا مطلب ہے کہ عقلی سائنس کا عمل جاری ہے، جسے فلسفے کی زبان میں ریشنل ایکٹیویٹی کہتے ہیں۔ اب جو لوگ جانتے ہیں، وہ بخوبی اس فرق سے واقف ہیں جو ریشنل (عقلی) اور حسّی (تجربی) میں علمیات کی رُو سے پایا جاتا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔

جب تک دنیا پر ریشنلزم کا غلبہ رہا دنیا مابعد الطبیعات (میٹافزکس) کی دیوانی رہی۔ ریشنلزم سے نفرت کا آغاز بھی تو مابعد البطیعات میں بڑے پیمانے پر شروع ہو جانے والی لایعنی بحثوں سے ہوا تھا۔ امام غزالی نے تہافہ الفلاسفہ اِسی غصے میں لکھی تھی کہ فلسفی سب کچھ عقل کو ہی ماننے لگ گئے تھے۔ کانٹ نے تنقید عقل محض فقط اِسی

لیے لکھی تھی کہ مغربی فلاسفہ عقل سے استخراج (deduction) کرتے، خدا کے وجود پر دلائل دیتے اور بحثیں کرتے اور میٹافزکس کے زور پر ساری مسیحت اور اُس کے سارے عقائد کے بھنڈر کھول کر بیٹھ جاتے۔ تب کانٹ نے تنگ آکر عقل کے وہ لتے لیے کہ آج تک دنیا کانٹ کے عقل پر کیے گئے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتی۔ پھر کانٹ نے حسی علوم اور عقلی علوم کا ایک امتزاج، سنتھیٹک اے پری آری پیش کیا جسے اکیڈمک سطح پر عالمگیر پذیرائی ملی اور یوں دنیا بدلی اور یوں دنیا سائنسی ہوئی۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ سائنس کے نئے قوانین نہیں آرہے بلکہ مسلسل سائنسی تھیوریز آرہی ہیں۔ سائنسی تھیوری پیش کرنا ایک خالص عقلی سرگرمی ہے، نہ کہ تجربی۔ ایک سائنسدان اپنے ٹیبل پر بیٹھ کر ریاضی کی مساواتوں کو ایک دوسرے سے اخذ کرتا چلا جاتا ہے اور پھر ایک تھیوری بنتی ہے۔ سو یہ زمانہ یعنی اکیسویں صدی کا دور، یعنی ہمارا دور اب پھر سے عقلیت کا دور ہے نہ کہ تجربیت کا۔ یہ ہے بنیادی آرگومنٹ، جو اس مضمون میں، میرے پیش نظر ہے۔ تب پھر سے ایک بار دنیا بدل جائے گی۔ دہریت کا نام ونشان تک نظر نہ آئے گا۔ اور وحی کی مابعد الطبیعات کو ایک بار پھر ریاضیاتی عقیدت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ تب وحی کس شے کو سمجھا جائے گا، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ممکن ہے بولتی ہوئی فطرت کو ہی کل وحی سمجھ کر ایک دہریت زدہ نیا مذہب سامنے آجائے۔ اگر سوچیں تو برکلے، ہیگل، کانٹ جیسے لوگ آئن سٹائن سے کم دماغ نہ تھے۔ خود آئن سٹائن کے ہی دور میں نیلز بوھر جیسے سائنسدانوں کا اعتقاد حسّیت سے اُٹھ چکا تھا۔ اقبال نے تشکیل کے دیباچے میں لکھا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب مذہب اور جدید سائنس میں ایسی ایسی مفاہمتیں دریافت ہونے لگیں گی کہ جو ہماری سوچ سے بھی ماوراہیں، کیونکہ جدید فزکس نے اپنی ہی بنیادوں کی تدوین شروع کر دی ہے۔"

(http://daleel.pk/2016/07/22/2160)

یہ جو کہا گیا کہ دہریت دم توڑ رہی ہے یہ علمی حوالے سے کہا گیا ہے کہ جو پرانے دور کے فلسفیوں، سائنسدانوں اور دیگر لوگوں کے مذہب کے خلاف قانون تھے وہ قوانین غلط ثابت ہو رہے ہیں اب جو دہریت کا سیلاب آرہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دیسی لبرل ہیں ذاتی مفاد کے لیے خود کو لبرل ظاہر کرتے ہیں، یا حرام خوری کا ایسا چسکا پڑا ہے کہ اب پردہ و حیا، حلال رزق کمانا ان کے لیے ممکن نہیں رہا یوں وہ شیطان کے ہاتھوں مکمل طور پر جکڑے جاچکے ہیں۔

دینی کتب

دہریت کی کوئی دینی کتاب نہیں ہے کیونکہ دینی کتب مذاہب کی ہوتی ہیں اور دہریت کوئی مذہب نہیں بلکہ زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا ایک نظریہ ہے۔ ان کے ہاں اگرچہ باقاعدہ کوئی مذہبی کتاب نہیں لیکن جس طرح ہر مذہب کسی ایک کتاب پر پکا یقین رکھتا ہے یونہی دہریے سائنس پر یقین رکھتے ہیں۔ جو سائنسی نظریہ مذہب کے خلاف ہو ان دہریوں کے نزدیک وہ ان کے نظریات کا حصہ ہے۔ سائنسی نظریات دریافت کرنے والے عموماً کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ سائنسی نظریات آئے دن غلط ثابت ہوتے ہیں، لیکن دہریے لوگوں کو اپنے نظریات کا پرچار کرنے کے لئے ان ناقابل یقین سائنسی تحقیقات یا انسانوں کے بنائے ہوئے فلسفوی اصولوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

یہ ایک قابل غور بات ہے کہ پہلے دور میں جب کبھی زلزلہ آتا تو لوگ خوف زدہ ہو کر اللہ عزوجل کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے تھے اب میڈیا کے ذریعے زلزلوں، طوفانوں، سیلابوں کو ایک سائنسی انٹرٹینمنٹ بنا دیا گیا ہے۔ اب عوام الناس کو یہ ذہن دینے کی بجائے کہ یہ آفتیں ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں یہ ذہن دیا جاتا ہے کہ سائنسی طور پر جب یوں ہو تو زلزلہ ہوتا ہے، یوں ہو تو سونامی آتا ہے وغیرہ، یعنی اسباب ہی کو حقیقت سمجھ لیا جاتا ہے جبکہ ایک سیدھی سی بات ہے کہ اسباب کو بھی تو کوئی پیدا کرنے والا ہے، وہی خدا ہے۔ پھر یہ کہ اسباب ہی حقیقت میں مؤثر نہیں اس کی بڑی عقلی دلیل یہ ہے کہ اسباب و علامات کو مد نظر رکھتے ہوئے بارش، آندھی، طوفان، سیلاب، زلزلوں کی پیشین گوئیاں کی جاتی ہیں لیکن کچھ نہیں ہوتا کیونکہ رب تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا اور جب حکم ہوتا ہے تو سائنس بھی حیران رہ جاتی ہے کہ یہ کیسے ہو گیا۔

عقائد و نظریات

☆ دہریت کے عقائد و نظریات میں اللہ عزوجل کی ذات، انبیاء علیہم السلام، جنت و دوزخ کا کوئی تصور نہیں۔ ان کے نزدیک زندگی گزارنے کے لئے کسی مذہبی اصولوں کی پیروی ضروری نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اپنی زندگی بغیر کسی مذہبی رکاوٹ کے گزاری جائے، زنا، شراب نوشی اور دیگر جرائم بھی اگر کوئی کرتا ہے تو یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ گناہ ہو ہی کیسے جب ان میں گناہ کا ہی تصور نہیں کیونکہ گناہ اور نیکی کا تصور آخرت پر یقین کی دلیل ہوتا ہے

اور دہریے تو آخرت کے بھی منکر ہیں۔

☆ دہریے اپنی ذات کو روحانی سکون دینے کے لئے مذاہب بالخصوص اسلام کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں اور باقاعدہ اپنا مال لگا کر دہریت کو عام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تھوڑے بہت فلاحی کام سرانجام دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا تیر مار لیا ہے۔ مولویوں کے خلاف بولنا ان کی عادت و مقصد حیات ہے۔ دہریوں اور سیکولر لوگوں کے بنائی ہوئی بعض این۔جی۔اوز کا مقصد ہی اسلام کے خلاف اور کفار کے حق میں بولنا ہے۔

☆ تاریخ شاہد ہے کہ الحاد نے عیسائیت اور اسلام کے بنیادی عقائد یعنی وجود باری تعالیٰ، رسالت اور آخرت پر حملہ کیا اور اس کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلائے، لیکن اس ضمن میں ملحدین کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ یہ تینوں عقائد مابعد الطبیعاتی حقائق سے تعلق رکھتے ہیں جسے اس دنیا کے مشاہداتی اور تجرباتی علم کی روشنی میں نہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ رد کیا جا سکتا ہے۔

عیسائیت پر ملحدین کا ایک اور بڑا حملہ یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء کرام بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے وجود سے انکار کر دیا۔ انہوں نے آسمانی صحیفوں بالخصوص بائبل کو قصے کہانیوں کی کتاب قرار دیا۔ اس الزام کا دفاع کرتے ہوئے کچھ عیسائی ماہرین نے علمی طور پر یہ بات ثابت کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک تاریخی شخصیت ہیں اور بائبل محض قصے کہانیوں کی کتاب ہی نہیں بلکہ اس میں بیان کئے گئے واقعات تاریخی طور پر مُسلّم ہیں اور ان کا ثبوت آثار قدیمہ کے علم سے بھی ملتا ہے۔ یہ الحاد کے مقابلے میں عیسائیت کی کسی حد تک فتح تھی۔

اسلام کے معاملے میں ملحدین ایسا نہ کر سکے کیونکہ قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی حیثیت کو چیلنج کرنا ان کے لئے علمی طور پر ممکن نہ تھا۔ انہوں نے اسلام پر حملہ کرنے کی دوسری راہ نکالی۔ ان میں سے بعض کوتاہ قامت اور علمی بددیانتی کے شکار افراد نے چند من گھڑت روایات کا سہارا لے کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں بری طرح ناکام ہوئے کیونکہ ان من گھڑت روایات کی علمی و تاریخی حیثیت کو مسلم علماء نے احسن انداز میں واضح کر دیا جسے انصاف پسند ملحد محققین نے بھی تسلیم کیا۔

☆ ان ملحدین نے اپنے سائنسی نظریات کے سبب عیسائیت پر ایک اور طرف سے بڑا حملہ کیا اور وہ یہ تھا کہ

قرون وسطیٰ کے عیسائی علماء نے اپنے وقت کے کچھ سائنسی اور فلسفیانہ نظریات کو اپنے نظام عقائد (Theology) کا حصہ بنالیا تھا، لیکن جب جدید سائنسی تحقیقات سے یہ نظریات غلط ثابت ہوئے تو بہت سے لوگوں کا پوری عیسائیت پر اعتماد اٹھ گیا اور انہوں نے فکری طور پر بھی الحاد کو اختیار کر لیا۔ اسلام میں چونکہ اس قسم کے کوئی عقائد نہیں، لہٰذا اسلام اس قسم کے حملوں سے محفوظ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ الحاد کو مغرب میں تو بہت سے ایسے پیروکار مل گئے جو ہر قسم کے مذہب سے بیزاری کا اعلان کر کے خود کو فخریہ طور پر ملحد (Atheist) کہتے ہیں لیکن مسلمانوں میں انہیں ایسے پیروکار بہت کم مل سکے۔ مسلمانوں میں صرف ایسے چند لوگ ہی پیدا ہوئے جو زیادہ تر کمیونسٹ پارٹیوں میں شامل ہوئے۔ اگر ہم کمیونسٹ تحریک سے وابستہ نسلی مسلمانوں کا جائزہ لیں تو ان میں سے بھی بہت کم ایسے ملیں گے جو خود کو کھلم کھلا دہریہ یا ملحد کہلوانے پر تیار ہوں۔

☆ خدا کی ذات کے متعلق جو شکوک و شبہات ان ملحدین نے پھیلائے تھے، اس کی بنیاد چند سائنسی نظریات پر تھی۔ بیسویں صدی کی سائنسی تحقیقات جو خود ان ملحدین کے ہاتھوں ہوئیں، نے یہ بات واضح کر دی کہ جن سائنسی نظریات پر انہوں نے اپنی عمارت تعمیر کی تھی، بالکل غلط ہیں۔ اس طرح ان کی وہ پوری عمارت اپنی بنیاد ہی سے منہدم ہو گئی جو انہوں نے تعمیر کی تھی۔

☆ مذہب کے انکار میں ملحدین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مذہب دراصل قدیم انسانوں کی ایجاد ہے جسے انہوں نے اپنے فہم سے بالاتر سوالوں کے جواب نہ ہونے پر ذہنی تسکین کے لئے اپنا لیا تھا۔ لیکن اب سائنس کی ترقی نے انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا ہے جس سے وہ پہلے لا علم تھا۔ مثلاً گزشتہ زمانوں کے لوگوں نے جب سورج کو ایک مخصوص وقت پر طلوع ہوتے اور غروب ہوتے دیکھا تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اس کے پس پردہ ایک عظیم الشان اور مافوق الفطرت ہستی کے وجود کو تسلیم کر لیں۔ اسی طرح دیگر بہت سے سوالات جس کی بابت ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ یہ اسی غیبی ہستی کا کارنامہ ہے۔ لیکن چونکہ اب ہم اس دور میں جی رہے ہیں جہاں ہمیں ان سب کے فطری اسباب معلوم ہو چکے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ سورج کا نکلنا اور ڈوبنا زمین کے گرد گھومنے کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا ہمیں اس کا کریڈٹ کسی خدا کو دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح کائنات کے دیگر فطری عوامل کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بھی خدا کے بجائے اس کی توجیہ معلوم

کرنے کی ضرورت ہے۔

☆عقیدہ آخرت کے بارے میں ملحدین کا موقف ہے کہ موت واقع ہو جانے کے بعد انسان کا تعلق اس دنیا سے ختم ہو جاتا ہے اور پھر وہ کبھی لوٹ کے نہیں آتا۔ مرنے سے پہلے ہم موت کے بعد کیا ہوتا اور کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، اس لئے عقیدہ آخرت کو تسلیم کرنا غیر ضروری ہے۔ ان کے نزدیک چونکہ مذہبی عقائد کی کوئی ٹھوس قابل مشاہدہ دلیل نہیں ہوتی لہٰذا اسے اب ایک گزرے ہوئے زمانے کا قصہ سمجھ کر بھول جانا چاہئے اور مذہبی عقائد کو تسلیم کرنا انسانی عقل کی شان کے خلاف ہے کیونکہ جن سوالات اور مسائل کے لئے خدا اور مذہب کا وجود تھا اب ہمارے پاس ان کے خالص ٹیکنیکل اور منطقی جوابات موجود ہیں۔ ان ملحدین فلاسفہ کا اصرار ہے کہ ایک عقل پسند شخص ایسی کسی بات پر ایمان نہ لائے جس کا مشاہدہ حواس خمسہ سے نہ ہو۔ حالانکہ ایمان ہے ہی غیب پر یقین رکھنے کا نام۔ پھر عقلی اعتبار سے بھی کئی مرتبہ مذہب اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے جب کئی سالوں بعد مدفون نیکوکار ہستیاں صحیح سلامت کفن و جسم کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں، جبکہ سائنس و عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی، یونہی کئی کفار و فساق کی قبروں میں عذاب کے آثار دیکھے گئے ہیں اور نیکوکاروں کی قبروں سے خوشبوئیں محسوس کی گئی ہیں وغیرہ۔

☆**نفس انسانی کے متعلق ملحدین کا نقطہ نظر:** اہل مذہب نفس انسانی سے متعلق امور کو روح سے جوڑتے ہیں، چونکہ روح کا کوئی مادی وجود نہیں ہے، لہٰذا ملحدین روح کو نہیں مانتے۔ ملحدین کی اکثریت نظریہ ارتقا (Evolution Theory) کو ایک حقیقت تسلیم کرتے ہوئے نفس انسانی کے متعلق یہ مانتے ہیں کہ روئے زمین پر اربوں سال پہلے ساحل سمندر سے زندگی کی ابتدا ہوئی۔ پھر اس سے نباتات اور اس کی مختلف انواع وجود میں آئیں۔ پھر نباتات سے ترقی کرتے کرتے حیوانات پیدا ہوئے۔ انہی حیوانات میں سے ایک بندر تھا، جو نیم انسانی حالت کے مختلف مدارج سے ترقی کرتا ہوا موجودہ انسان کا وجود ہوا۔ انسان کے نفس میں جو کچھ اس کی تمنائیں، جذبات، عقل وغیرہ سبھی صرف خلیوں (Cells) کے نظام اور خارجی دنیا کے ساتھ انسانی جسم کے تعلق کا نتیجہ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے دو پتھروں کو باہم رگڑنے سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کئی عرصہ تک دہریوں اور سائنس کا نظریہ رہا ہے لیکن موجود دور میں اس نظریے کا شد و مد سے سائنسی اور عقلی رد ہو رہا ہے جس کے بارے میں آپ کو معلومات نیٹ سے

با آسانی مل سکتی ہیں۔

☆ **طرزِ حیات:** دہریت کے افکار میں خدا کے وجود کے انکار کے ساتھ ہی لازمی نتیجہ کے طور پر وحی اور آسمانی صحائف کی بھی کوئی حقیقت و اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اہل مذہب کے مطابق خدا تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لئے وحی نازل فرمائی تاکہ انسان ان احکامات کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ لیکن جب مذہب کا انکار کیا جارہا ہو تو پھر طرز حیات کے متعلق سوچ و فکر میں بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔ ملحدین طرز حیات کے متعلق عام طور پر سیکولرزم اور معاشیات میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کے قائل ہیں۔

☆ **فری سیکس:** الحاد کے فروغ کے ساتھ ہی مغرب میں جنسی آزادی کا تصور بیدار ہوا۔ اکثر ملحدین کے مطابق کھانے پینے سونے کی طرح جنسی خواہشات کی تکمیل انسان کی فطری خواہش ہے، لہٰذا انسان کو اجازت ہونی چاہئے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک زنا بالجبر ایک غلط کام ہے مگر دونوں فریقین کی رضامندی سے ہونے والے جنسی تعلق میں کوئی برائی نہیں۔

فری سیکس کے تصور کو سب سے پہلے اہل مغرب میں مشہور ملحد ماہر نفسیات اور نیورولوجسٹ سگمنڈ فرائڈ (1939ء-1856ء) نے پیش کیا تھا۔ فرائڈ کے مطابق جس طرح انسان بھوک، پیاس وغیرہ جیسی خواہشات کو پورا نہ کرے تو بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح جنسی خواہش کی تکمیل نہ ہونے پر بھی انسان ذہنی مریض بن جاتا ہے۔ فرائڈ کے نظریے کو اہل مغرب نے بخوشی قبول کیا اور مصنفین، فلسفی، موسیقار، شعرا، ڈرامہ نگار اور فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے سبھی لوگوں نے اس تصور کے فروغ کے لئے اپنی اپنی کوششیں کیں۔ دور حاضر میں جب مغرب میں فلم انڈسٹری قائم ہوئی تو اس انڈسٹری نے بھی جنسی آزادی کے تصور کو پروان چڑھایا۔ ابتدا میں عمومی قسم کی فلموں کے ذریعے لوگوں کے جنسی جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی گئی لیکن جلد ہی باقاعدہ طور پر اس مقصد کی تکمیل کے لئے پورنوگرافی (Pornography) پر مبنی فلم انڈسٹری قائم کی گئی جس کا اہم مقصد اباحیت اور ننگے پن (Nudism) کا فروغ ہے۔ اس انڈسٹری میں کام کرنے والوں کو مغرب میں اس عصمت فروشوں کی حیثیت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ یہ محض ایک فلمی پیشے کی حیثیت رکھتا ہے۔

ماضی میں خواتین میں فری سیکس تحریک کے فروغ میں ایک اہم رکاوٹ جنسی تعلق سے حاملہ ہونے کا

خوف تھا لیکن مانع حمل ادویات کی ایجاد نے اس تصور سے متاثر خواتین کو اس میدان میں آگے بڑھنے کا موقع دیا کہ وہ شادی کے بغیر جنسی تعلق سے بھی حاملہ نہ ہوں۔ بعد ازاں مغرب میں آزادانہ جنسی تعلق کو قانونی حیثیت حاصل ہو گئی۔ جس کے مطابق زنا بالجبر کے علاوہ انسان جس طرح جس سے چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کر سکتا ہے۔ اگر وہ ہم جنسی پرستی کرے تو اس پر کوئی تنقید نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کا حق ہے۔ بیسویں صدی میں انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی بدولت اہل مشرق بھی اس جنسی بے راہ روی سے شدید متاثر ہوئے جس کا نتیجہ آج ہم بخوبی دیکھ رہے ہیں۔ فی زمانہ ٹرانسجینڈر قانون بھی دہریت ہی کی پیداوار ہے۔

☆**سیاست:** فکری اور نظریاتی میدان میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ الحاد اسلام کے مقابلے میں ناکام رہا مگر عیسائیت کے مقابلے میں اسے جزوی فتح حاصل ہوئی البتہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی میدانوں میں الحاد کو مغربی اور مسلم دنیا میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ سیاسی میدان میں الحاد کی سب سے بڑی کامیابی سیکولر ازم کا فروغ ہے۔ پوری مغربی دنیا اور مسلم دنیا کے بڑے حصے نے سیکولر ازم کو اختیار کر لیا۔ سیکولر ازم کا مطلب ہی یہ ہے کہ مذہب کو گرجے یا مسجد تک محدود کر دیا جائے اور کاروبار زندگی کو خالصتاً انسانی عقل کی بنیاد پر چلایا جائے جس میں مذہبی تعلیمات کا کوئی حصہ نہ ہو۔

مغربی دنیا نے تو سیکولر ازم کو پوری طرح قبول کر لیا اور اب اس کی حیثیت ان کے ہاں ایک مسلمہ نظریے کی ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کو گرجے کے اندر محدود کر کے کاروبار حیات کو مکمل طور پر سیکولر کر لیا ہے۔ چونکہ اہل مغرب کے زیر اثر مسلمانوں کی اشرافیہ بھی الحاد کے اثرات کو قبول کر چکی تھی، اس لئے ان میں سے بھی بہت سے ممالک نے سیکولر ازم کو بطور نظام حکومت کے قبول کر لیا۔ بعض ممالک جیسے ترکی اور تیونس نے تو اسے کھلم کھلا اپنانے کا اعلان کیا لیکن مسلم ممالک کی اکثریت نے سیکولرزم اور اسلام کا ایک ملغوبہ تیار کرنے کی کوشش کی جس میں بالعموم غالب عنصر سیکولرزم کا تھا۔

الحاد کو فروغ جمہوریت کے نظریے سے بھی ہوا۔ اگرچہ جمہوریت عملی اعتبار سے اسلام کے مخالف نہیں کیونکہ اسلام میں بھی آزادی رائے کو بڑی اہمیت حاصل ہے، لیکن جمہوریت جن نظریاتی بنیادوں پر قائم ہے وہ خالصتاً ملحدانہ ہے۔ جمہوریت کی بنیاد حاکمیت جمہور کے نظریے پر قائم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عوام کی اکثریت خدا

کی مرضی کے خلاف فیصلہ دے دے تو ملک کا قانون بنا کر اس فیصلے کو نافذ کر دیا جائے۔ اس کی واضح مثال ہمیں اہل مغرب کے ہاں ملتی ہے جہاں اپنے دین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے انہوں نے فری سیکس، ہم جنس پرستی، شراب اور سود کو حلال کر لیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں اس کی مثال شاید ترکی ہی میں مل سکتی ہے یا پاکستان میں زنا بالرضا، ہم جنس پرستی پر آئے دن میڈیا پر ہونے والے پروگراموں میں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ کس طرح بعض نام نہاد مسلمان اینکرز، سیاستدان اور این جی اوز کے ارکان ان غیر شرعی افعال کی تائید کر رہے ہوتے ہیں۔

اسلام نظریاتی طور پر جمہوریت کے اقتدار اعلیٰ کے نظریے کا شدید مخالف ہے۔ اسلام کے مطابق حاکمیت اعلیٰ جمہور کا حق نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنا شرک ہے۔ سب سے بڑا اقتدار (Sovereignty) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر معاملہ مشورے سے طے کریں۔

☆**معیشت:** معیشت کے باب میں الحاد نے دنیا کو دو نظام دیے۔ ان میں سے ایک ایڈم سمتھ کا سرمایہ دارانہ نظام یا کیپیٹل ازم اور دوسرا کارل مارکس کی اشتراکیت یا کمیونزم۔ کیپیٹل ازم دراصل جاگیر دارانہ نظام (Feudalism) ہی کی ایک نئی شکل ہے جو عملی اعتبار سے جاگیر دارانہ نظام سے تھوڑا سا بہتر ہے۔ کیپیٹل ازم میں مارکیٹ کو مکمل طور پر آزاد چھوڑا جاتا ہے جس میں ہر شخص کو یہ آزادی ہوتی ہے کہ وہ دولت کے جتنے چاہے انبار لگا لے۔ جس شخص کو دولت کمانے کے لامحدود مواقع میسر ہوں وہ امیر سے امیر تر ہوتا جائے گا اور جسے یہ مواقع میسر نہ ہوں وہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔ حکومت اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ سرمایہ دارانہ نظام کا اصرار ہے کہ ہر انسان کو تجارتی و صنعتی سرگرمیوں کے لئے قطعی آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ منافع کے لئے جو طریقہ مناسب سمجھے اختیار کرلے، منافع کے حصول کے لئے مذہبی قوانین کے تحت حلال و حرام کی کوئی تفریق نہیں ہونی چاہئے۔ نیز اس معاشی نظام میں سود، بیمہ، انٹرسٹ وغیرہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

جاگیر دارانہ نظام کی طرح اس نظام میں بھی سرمایہ دار، غریب کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اس کا استحصال کرتا ہے۔ غریب اور امیر کی خلیج اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف تو گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں اور دوسری طرف کھانے کو دال بھی میسر نہیں ہوتی۔ ایک طرف تو ایک شخص ایک وقت کے کھانے پر ہزاروں روپے خرچ کر

دیتا ہے اور دوسری طرف ایک شخص کو بھوکا سونا پڑتا ہے۔ ایک طرف تو علاج کے لئے امریکہ یا یورپ جانا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا اور دوسری طرف ڈسپرین خریدنے کی رقم بھی نہیں ہوتی۔ ایک طرف بچوں کو تعلیم کے لئے ترقی یافتہ ممالک کی یونیورسٹیوں کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور دوسری طرف بچوں کو سرکاری سکول میں تعلیم حاصل دلوانے کے لئے بھی ماں باپ کو فاقے کرنا پڑتے ہیں۔ ایک طرف محض ایک لباس سلوانے پر لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف استعمال شدہ کپڑے خریدنے کے لئے بھی پیٹ کاٹنا پڑتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے اس تفاوت کی مکمل ذمہ داری الحاد پر ہی نہیں ڈالی جاسکتی کیونکہ اس کا پیشرو نظام فیوڈل ازم، جو کہ اس سے بھی زیادہ استحصالی نظام ہے۔ اٹھارہویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد فیوڈل ازم کی کوکھ سے کیپیٹل ازم نے جنم لیا جو کہ امیر کے ہاتھوں غریب کے استحصال کا ایک نیا نظام تھا لیکن اس کا استحصالی پہلو فیوڈل ازم کی نسبت کم تھا کیونکہ وہاں تو بہتر مستقبل کی تلاش میں غریب کسی اور جگہ جا بھی نہیں سکتا۔ چونکہ اہل مغرب اور اہل اسلام اپنے دین کی تعلیمات سے خاصے دور ہو چکے تھے، اس لئے یہ نظام اپنے پورے استحصالی رنگ میں پنپتا رہا۔

یورپ میں کارل مارکس نے کیپیٹل ازم کے استحصال کے خلاف ایک عظیم تحریک شروع کی جس میں اس نظام کی معاشی ناہمواریوں پر زبردست تنقید کی گئی۔ مارکس اور ان کے ساتھی فریڈرک اینجلز، جو بہت بڑا ملحد فلسفی تھا، نے پوری تاریخ کی ایک نئی توجیہ (Interpretation) کر ڈالی جس میں اس نے معاش ہی کو انسانی زندگی اور انسانی تاریخ کا محور و مرکز قرار دیا۔ ان کے نزدیک تاریخ کی تمام جنگیں، تمام مذاہب اور تمام سیاسی نظام معاشیات ہی کی پیداوار تھے۔ انہوں نے خدا، نبوت اور آخرت کے عقائد کا انکار کرتے ہوئے دنیا کو ایک نیا نظام پیش کیا جسے تاریخ میں کمیونزم کے نام سے یاد رکھا جائے گا۔ کمیونزم کا نظام خالصتاً الحادی نظام تھا۔

کمیونسٹ نظام انفرادی ملکیت کی مکمل نفی کرتا ہے۔ اسے اشتراکی نظام بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی بھی کاروبار شخص کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ قومی ملکیت ہوتی ہے اور سبھی افراد حکومت کے ملازم ہوتے ہیں۔ اشتراکیت کی مختلف صورتیں موجودہ دور میں رائج ہیں۔

اس نظام میں تمام ذرائع پیداوار جن میں زراعت، صنعت، کان کنی اور تجارت شامل ہے کو مکمل طور پر حکومت کے کنٹرول میں دے دیا جاتا ہے۔ پوری قوم ہر معاملے میں حکومت کے فیصلوں پر عمل کرتی ہے جو کہ

کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کمیونسٹ جدوجہد پوری دنیا میں پھیل گئی۔ اسے سب سے پہلے کامیابی روس میں ہوئی جہاں لینن کی قیادت میں 1917ء میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا اور دنیا کی پہلی کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی۔ دوسرا بڑا ملک، جس نے کمیونزم کو قبول کیا، چین تھا۔ باقی ممالک نے کمیونزم کی تبدیل شدہ صورتوں کو اختیار کیا۔

کمیونزم کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اس میں فرد کے لئے کوئی محرک (Incentive) نہیں ہوتا جس سے وہ اپنے ادارے کے لئے اپنی خدمات کو اعلیٰ ترین انداز میں پیش کر سکے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت کر سکے۔ اس کے برعکس کیپیٹل ازم میں ہر شخص اپنے کاروبار کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لئے دن رات محنت کرتا ہے اور اپنی اعلیٰ ترین صلاحیتیں استعمال کرتا ہے۔ کمیونزم کی دوسری بڑی خامی یہ تھی کہ پورے نظام کو جبر کی بنیادوں پر قائم کیا گیا اور شخصی آزادی بالکل ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سوویت یونین کی معیشت کمزور ہوتی گئی اور بالآخر 1990ء میں یہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد اسے کیپیٹل ازم ہی کو اپنانا پڑا۔ دوسری طرف چین کی معیشت کا حال بھی پتلا تھا۔ چین نے اپنی معیشت کو بہتر بنانے کے لئے کمیونزم کو خیر باد کہہ دیا اور تدریجاً اپنی مارکیٹ کو اوپن کر کے کیپیٹل ازم کو قبول کر لیا۔ چین کی موجودہ ترقی کیپیٹل ازم ہی کی مرہون منت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کیپیٹل ازم اور کمیونزم دونوں نظام ہائے معیشت ہی استحصال پر مبنی نظام ہیں۔ ایک میں امیر غریب کا استحصال کرتا ہے اور دوسرے میں حکومت اپنی عوام کا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے اہل مغرب نے اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کو اپنا کر کیپیٹل ازم کے استحصالی نقصانات کو کافی حد تک کم کر لیا ہے، لیکن تیسری دنیا جس کی اخلاقی حالت بہت کمزور ہے وہاں اس کے نقصانات کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

چونکہ یہاں ہم الحاد کی تاریخ وافکار کا مطالعہ کر رہے ہیں اس لئے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ پچھلی تین صدیوں میں معیشت کے میدان میں الحاد کو دنیا بھر میں واضح برتری حاصل رہی ہے اور دنیا نے الحاد پر قائم دو نظام ہائے معیشت یعنی کیپیٹل ازم اور کمیونزم کا تجربہ کیا ہے۔ کمیونزم تو اپنی عمر پوری کر کے تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، اس لئے اس پر ہم زیادہ بحث نہیں کرتے لیکن کیپیٹل ازم کے چند اور پہلوؤں کا ایک مختصر جائزہ لینا ضروری ہے جو انسانیت

کے لئے ایک خطرہ ہیں۔

کیپیٹل ازم کے نظام کی بنیاد سود پر ہے۔ بڑی بڑی صنعتوں کے قیام اور بڑے بڑے پراجیکٹس کی تکمیل کے لئے وسیع پیمانے پر فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سرمایہ دار کے لئے اتنی بڑی رقم کا حصول بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر اس کے پاس اتنی رقم موجود بھی ہو تو اسے ایک ہی کاروبار میں لگانے سے کاروباری خطرہ (Business Risk) بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ایک کاروبار اگر ناکام ہو جائے تو پوری کی پوری رقم ڈوبنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر وہی رقم تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف منصوبوں میں لگائی جائے تو ایک منصوبے کی ناکامی سے پوری رقم ڈوبنے کا خطرہ نہیں ہوتا اور تمام کے تمام منصوبوں کے ڈوبنے کا خطرہ بھی نہیں ہوتا۔ اسے علم مالیات (Finance) کی اصطلاح میں Diversification کہا جاتا ہے۔

ان بڑے بڑے پراجیکٹس کے لئے رقم کی فراہمی کے لئے دنیا نے Financial Intermediaries کا نظام وضع کیا ہے۔ اس درمیانی واسطے کا سب سے بڑا حصہ بینکوں پر مشتمل ہے۔ یہ بینک عوام الناس کی چھوٹی چھوٹی بچت کی رقوم کو اکٹھا کرنے کا کام کرتے ہیں جس پر بینک انہیں سود ادا کرتا ہے۔ پوری ملک کے لوگوں کی تھوڑی تھوڑی بچتوں کو ملا کر بہت بڑی تعداد میں فنڈ اکٹھا کر لیا جاتا ہے جو انہی سرمایہ داروں کو کچھ زیادہ شرح سود پر دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر بینک عوام کو 8٪ سود کی ادائیگی کر رہا ہے تو سرمایہ دار سے 10٪ سود وصول کر رہا ہوگا۔ اس 2٪ میں بینک اپنے انتظامی اخراجات پورے کر کے بہت بڑا منافع بھی کما رہا ہوتا ہے۔

سرمایہ دار عموماً اپنے سرمایے کو ایسے کاروبار میں لگاتے ہیں جو اس سرمایے پر بہت زیادہ منافع دے سکے۔ اگر ہم دنیا بھر کی مختلف کمپنیوں کی سالانہ رپورٹس (Annual Reports) کا جائزہ لیں تو ہمیں اس میں ایسے کاروبار بھی ملیں گے جن میں Return on Capital Employed کی شرح 50٪ سالانہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ اس منافع کا ایک معمولی سا حصہ بطور سود ان غریب لوگوں کے حصے میں بھی آتا ہے جن کا سرمایہ دراصل اس کاروبار میں لگا ہوتا ہے۔

اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھ لیجئے کہ بالفرض ایک سرمایہ دار کسی بینک سے ایک ارب روپے 10٪ سالانہ شرح سود پر لیتا ہے اور اس سرمائے سے پچاس کروڑ روپے سالانہ نفع کماتا ہے۔ اس میں سے وہ دس کروڑ بینک

کو بطور سود ادا کرے گا اور بینک اس میں سے 8٪ سالانہ کے حساب سے آٹھ کروڑ روپے اپنے کھاتہ داروں (Deposit Holders) کو ادا کرے گا۔ چونکہ یہ کھاتہ دار بہت بڑی تعداد میں ہوں گے جنہوں نے اپنی تھوڑی تھوڑی بچت بینک میں جمع کروائی ہو گی، اس لئے ان میں سے ہر ایک کے حصے میں چند ہزار یا چند سو روپے سے زیادہ نہیں آئے گا۔ اس طریقے سے سرمایہ دار، عام لوگوں کو چند ہزار روپے پر ٹرخا کر ان کا پیسہ استعمال کرتا ہے اور اسی پیسے سے خود کروڑوں روپے بنالیتا ہے۔

اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس طرح جاگیر دارانہ نظام میں جاگیر دار یا مہاجن غریبوں کو سود پر رقم دے کر ان کا استحصال کیا کرتا تھا، اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دار غریبوں سے سود پر رقم لے کر ان کا استحصال کرتا ہے۔ عوام الناس بھی تھوڑا سا سود کھا کر جہاں اپنی دنیا و آخرت خراب کرتی ہے وہاں اپنی رقم کاروبار میں نہ لگا کر اس کی ویلیو کم کرتی ہے، وہ لاکھ جس سے کچھ سال پہلے کافی چیزیں خریدی جاسکتی تھیں وہی لاکھ بینک میں پڑا پڑا چند ہزار کے برابر ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ فیوڈل ازم کے مہاجنی سود کا سلسلہ بھی اس نظام میں پوری طرح جاری ہے جس میں کریڈٹ کارڈز کے ذریعے مائیکرو فنانسنگ Micro-Financing کا سلسلہ جاری ہے۔ اس معاملے میں 36٪ سالانہ کے حساب سے سود بھی وصول کیا جارہا ہے۔ اس سود میں سے صرف 8-10٪ اپنے کھاتہ داروں کو ادا کیا جارہا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی ایک اور پہلو جوئے کا فروغ ہے۔ یہ لعنت فیوڈل ازم میں بھی اسی طرح پائی جاتی تھی۔ دنیا بھر میں جوا کھیلنے کے بڑے بڑے ادارے قائم کئے جاچکے ہیں۔ سٹاک ایکسچینج، فاریکس کمپنیز اور بڑی بڑی کیپیٹل اور منی مارکیٹس ان کیسینوز کے علاوہ ہیں جہاں بڑی بڑی رقوم کا سٹہ کھیلا جاتا ہے۔ کھربوں روپے سٹے میں برباد کر دیے جاتے ہیں مگر بھوک سے مرنے والے بچوں کا کسی کو خیال نہیں آتا۔ ان کیسینوز میں جوئے کے ساتھ ساتھ بے حیائی اور بدکاری کو بھی فروغ مل رہا ہے بلکہ دنیا بھر میں سیاحت کو فروغ دینے کے لئے جوئے اور بدکاری کے مراکز بھی قائم کئے جاچکے ہیں۔ سود اور جوا ایسی برائیاں ہیں جن کا تعلق الحاد کی اخلاقی بنیادوں سے قائم کیا سکتا ہے۔

اخلاق اور معاشرت

الحاد کے اثرات سے جو چیز سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہے، وہ اخلاقِ انسانی اور نظامِ معاشرت ہے۔ اگر کوئی یہ مان لے کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے، موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے جہاں اسے اپنے کئے کا حساب دینا ہوگا تو پھر سوائے حکومتی قوانین یا معاشرتی دباؤ کے کوئی چیز دنیا میں اسے کسی برائی کو اختیار کرنے سے نہیں روک سکتی۔ پھر اس کی زندگی کا مقصد اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ دولت اور اس سے لطف اندوز ہونا ہی رہ جاتا ہے۔

☆ **اگر مذہب نہ ہو تو اخلاقی و معاشرتی صورتحال:** اگر کسی کو یقین ہو کہ کوئی اسے نہیں پکڑ سکتا تو پھر کیا حرج ہے کہ اگر وہ اپنے کسی بوڑھے رشتے دار کی دولت کے حصول کے لئے اس کو زہر دے دے؟ اگر وہ اتنا ہوشیار ہو کہ پولیس اس کا سراغ نہیں لگا سکتی تو پھر لاکھوں روپے کے حصول کے لئے چند بم دھماکے کر کے دہشت گرد بننے میں کیا حرج ہے؟ قانون سے چھپ کر کسی کی عصمت دری سے اگر کسی کی درندگی کی تسکین ہوتی ہے تو اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ اپنی خواہش کی تسکین کے لئے بچوں کو اغوا کر کے، ان سے زیادتی کر کے، انہیں قتل کر کے تیزاب میں گلا سڑا دینے میں آخر کیا قباحت ہے؟ اپنے یتیم بھتیجے کا مال ہڑپ کر جانے سے آخر کیا فرق پڑتا ہے؟ جھوٹا کَلیم داخل کر کے اگر کسی کو اچھی خاصی جائیداد مل سکتی ہے تو کوئی ایسا کیوں نہ کرے؟ کسی کو اپنی گاڑی کے نیچے کچلنے کے بعد اسے ہسپتال تک پہنچا کر اپنا وقت برباد کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے؟ جائیداد کو تقسیم ہونے سے بچانے کے لئے اگر کوئی اپنی بہن یا بیٹی پر کاروکاری کا الزام لگا کر اسے قتل کر دے تو کیا قیامت برپا ہو جائے گی؟ اپنے دشمنوں کی بہو بیٹیوں کو برہنہ کر کے بازاروں میں گھمانے پھرانے سے اگر کسی کے انتقامی جذبات سرد پڑتے ہیں تو ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟ اپنی لاگت (Cost) کو کم کرنے کے لئے اگر کوئی خوراک یا ادویات میں ملاوٹ بھی کر دے اور خواہ چند لوگ مر بھی جائیں تو کیا ہے، اس کا منافع تو بڑھ جائے گا؟ ذخیرہ اندوزی کر کے اگر کسی کے مال کی قیمتیں چڑھ سکتی ہیں تو وہ ایسا کیوں نہ کرے؟ اگر تیز رفتاری میں کسی کو مزہ آتا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے اگر اس سے کوئی ایک آدھ آدمی مر جائے یا ہمیشہ کے لئے معذور ہو جائے، اتنے مزے کے لئے ایک آدھ بندہ مارنا کونسا مسئلہ ہے؟ اگر کوئی کسی کے نظریات سے اختلاف کرے تو اسے گولی مارنے میں کیا قباحت ہے؟ یا پھر یہ سب نہ بھی ہو تو کوئی اپنا وقت معاشرے کی خدمت میں کیوں لگائے، وہ اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ enjoyment کے حصول میں ہی کیوں نہ خرچ کرے؟

اگر کوئی اپنے جرم کو چھپا سکتا ہو تو پھر سرکاری سودوں میں کمیشن کھا کر ملک و قوم کو نقصان پہنچانے میں کیا چیز مانع ہے؟ اگر ڈاکٹروں کے اندر مذہب ختم ہو جائے اور قبر و حشر کا خوف نہ ہو تو ڈاکٹروں کو مریضوں سے ہمدردی کرنے کی کیا وجہ ہے؟ وہ کیوں نہ ان کو بار بار اس لیب سے ٹیسٹ کروانے کا کہیں جہاں ہزاروں روپے غریب مریض کے خرچ ہوں اور لیب والے ڈاکٹر کو اس پر بھاری کمیشن دیں، وہ مریضوں کو وہ ادوایات ڈھیر ساری کیوں نہ لکھ کر دیں جن ادویات کی کمپنیوں نے ڈاکٹروں کو گاڑیاں اور دیگر سہولیات دی ہوئی ہیں؟ وہ انجینئرز کیوں نہ اپنی ڈگری جاہل ان پڑھ ٹھیکے داروں کو دیں جو ان کو اس ڈگری پر اجرت دیتے ہیں اور ناقص تعمیرات کرکے لوگوں کی جانوں سے کھیلتے ہیں؟ وہ سرکاری بڑے بڑے افسران رشوت کا بازار کیوں نہ گرم کریں جو اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے نہیں کرتے اور لاکھوں روپے تنخواہیں لینے کے باوجود کروڑوں روپے رشوتیں لیتے اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا حق ہے؟ وہ سیاسی لیڈر جس کو مذہبی روک ٹوک نہ ہو تو پھر وہ ملک کو لوٹ لوٹ کر کھوکھلا کیوں نہ کرے اور باہر کے ممالک میں اپنی جائیدادبنانے، کافروں سے اتحاد کی پینگیں بڑھانے، ان کی عبادت گاہوں میں جانے، بے حیائی و بے دینی کے قوانین منظور کرنے، ختم نبوت وناموس رسالت پر ڈاکے ڈالنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

یہ وہ مثالیں ہیں جو روزانہ ہمارے سامنے اخبارات میں آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم وحشی درندوں کے درمیان اپنی زندگی گزار رہے ہیں جن پر انسان اور مسلمان ہونے کا محض لیبل لگا ہوا ہے۔ کم و بیش اسی قسم کے واقعات تیسری دنیا کے دیگر ممالک میں بھی پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ مسلم دنیا پر بھی الحاد کے یہ افکار غالب آچکے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوا کہ مسلمان توحید، رسالت اور آخرت کا کھلم کھلا انکار کردیں لیکن عملی طور پر ہم ان حقیقتوں سے غافل ہو چکے ہیں۔ ہمارا میڈیا، بعض سیاستدان، اینکرز این جی اوز ہماری عوام کو بے حس بنارہے ہیں کہ ناموس رسالت پر اگر کوئی حملہ کرتا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے مسلمانوں کو اس بارے میں قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے اگرچہ قانون خاموش تماشائی بنتا رہے اور مسلمان اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے پیارے نبی علیہ السلام کی عزت کو پامال ہوتے دیکھتے رہیں، پھر اگر کوئی غیرت مند مسلمان فتنہ کو ختم کرے تو اس پر اعتراض شروع کر دیے جائیں کہ اس نے قانون ہاتھ میں کیوں لیا۔

یونہی شرعی احکام بالخصوص حدود کے مسائل سے استہزا کیا جاتا ہے لوگ آرام سے بیٹھے پروگرام دیکھ

رہے ہوتے ہیں ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ میڈیا پر کیا ہو رہا ہے۔ گانوں میں اللہ عزوجل کی ذات پر سر عام اعتراض کیا جاتا ہے، محبوب کو معاذ اللہ خدا بنا دیا جاتا ہے، فرشتوں، جنت و دوزخ، حوروں کا مذاق اڑایا جاتا ہے لیکن مسلمانوں کی غیرت ایمانی لمبی تان کر سوئی ہوئی ہے بلکہ اب تو سو سو کر مرنے کے قریب ہے۔

المختصر مذہب کے بغیر ہر شخص کرپشن میں مبتلا ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک ریڑھی والے کے دل میں بھی جب خوف خدا نکل جاتا ہے تو وہ بس اس کوشش میں ہوتا ہے کہ میرا اگلا سڑا مال کسی طرح دھوکہ دہی سے بک جائے۔ آج جس طرح معاشرے میں ملاوٹ، بے حیائی، رشوت، سود اور دیگر حرام کام عام ہیں حالانکہ چند فیصد ہی لبرل ازم و دہریت پھیلی ہے اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد خدا کا خوف کرتے ہوئے گناہوں سے ڈرتی اور باز رہتی ہے، جب یہ خوف بلکہ خدا ہی پر ایمان ختم ہو تا جائے گا تو پھر کس کدھر اندھیر نگری مچے گی، اس کا اندازہ آپ احباب بخوبی کر سکتے ہیں۔

☆ **غیر مسلموں اور مسلمانوں کی موجوہ اخلاقیات کا جائزہ:** الحاد کے اخلاقی اثرات بڑے واضح طور پر تیسری دنیا میں تو دیکھے جاسکتے ہیں لیکن دنیا کے ترقی یافتہ حصے میں یہ اثرات اتنے نمایاں نہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ الحاد کی تحریک کو سب سے پہلے فروغ مغرب میں حاصل ہوا لیکن وہاں کے لوگوں کا اخلاقی معیار تیسری دنیا سے نسبتاً بہتر ہے۔ لیکن مذہبی احساسات مغربیت میں کئی سالوں پہلے کے فوت ہو چکے ہیں، اب یورپین ممالک میں یہ حال ہے کہ خدا سمیت کسی بھی بزرگ ہستی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی کوئی آزادی رائے کا حق رکھتے ہوئے جو مرضی کہہ دے عیسائی پادری اس کے آگے بے بس ہوتے ہیں۔ یہی نظام رفتہ رفتہ مسلم ممالک میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ نظام لانے کے لیے دہریوں کے پاس سب سے بڑا ہتھیار میڈیا اور امیر طبقہ ہے۔

کوئی بھی فلسفہ یا نظام حیات سب سے پہلے معاشرے کے ذہین ترین لوگ تشکیل دیتے ہیں اور پھر اسے اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے معاشرے کے ذہین طبقے میں پھیلاتے ہیں جسے عرف عام میں اشرافیہ (Elite) کہتے ہیں۔ یہی طبقہ معاشرے میں تعلیم و ابلاغ کے تمام ذرائع پر قابض ہوتا ہے۔ اس فلسفے یا نظام حیات کو قبول کرنے کے بعد یہ اسے عوام الناس تک پہنچاتا ہے۔ عوام ہر معاملے میں اسی اشرافیہ کے تابع ہوتے ہیں، اسلئے وہ اسے دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں۔ اہل مغرب میں الحادی نظریات کے فروغ میں جن ذہین افراد نے حصہ لیا وہ اخلاقی اعتبار سے کوئی

گرے پڑے لوگ نہ تھے، انہوں نے خود کو انسانی اخلاق کے علمبر دار کی حیثیت سے پیش کیا۔ جدید دور میں الحاد کی تحریک نے اپنا نام انسانی تحریک (Humanist) رکھ لیا ہے اور وہ خود کو اخلاقیات کا چیمپئن سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کونسل فار سیکولر ہیومن ازم کے بانی پال کرٹز اپنی حالیہ تحریر میں لکھتا ہے: "ہمیں تیسری طرف جو جنگ لڑنا ہے وہ انسانی اخلاقیات کی جنگ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اخلاقی انقلاب ہی انسانیت کے مستقبل کی ضمانت دیتا ہے۔ یہی آخرت کی نجات یا جنت کے عقیدے کے بغیر انسانی زندگی کو بہتر بناتا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اخلاقی اقدار کو مشاہدے اور دلائل کی بنیاد پر پرکھیں اور نتائج کی روشنی میں اپنی اخلاقی اقدار میں تبدیلی کرنے پر تیار رہیں۔ ہمارا طریقہ عالمی (پلینیٹری) ہے جیسا کہ

Humanist Manifesto 2000

میں زور دیا گیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سیارے زمین پر ہر انسان بالکل برابر حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاق کے ساتھ ہماری وابستگی یہ ہے کہ عالمی برادری میں ہر فرد کو اس کے حقوق ملیں اور ہم اپنے مشترکہ گھر یعنی اس زمین کی حفاظت کریں۔ انسانی اخلاقیات فرد کی آزادی، پرائیویسی کے حق، انسانی آزادی اور سماجی انصاف کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس کا تعلق پوری نسل انسانیت کی فلاح و بہبود سے ہے۔"

ان فلسفیوں نے انسانی حقوق اور انسانی اخلاق کو اپنے فلسفے میں بہت اہمیت دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان ممالک کے عوام میں اخلاقی شعور نسبتاً بہت بہتر ہے۔ وہ لوگ بالعموم جھوٹ کم بولتے ہیں، اپنے کاروبار میں بددیانتی سے اجتناب کرتے ہیں، ایک دوسرے کا استحصال کم کرتے ہیں، فرد کی آزادی کا احترام کرتے ہیں، جانوروں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں، یتیموں اور اپاہجوں کے لئے ان کے ہاں منظم ادارے ہیں، قانون کا احترام کرتے ہیں، ان کی سوچ عموماً معقولیت (Rationality) پر مبنی ہوتی ہے، وہ عقل و دانش کی بنیاد پر اپنے نظریات کو تبدیل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، ایک دوسرے کا احترام کیا جاتا ہے، محض اختلاف رائے کی بنیاد پر کوئی کسی کو گولی نہیں مارتا، علم و دانش کا دور دورہ ہے، اشیاء خالص ملتی ہیں اور ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھانے والے ادارے بہت موثر ہیں۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ اخلاقی لحاظ سے یہ بہت ترقی کر چکے ہیں، بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں میں بہت سی اخلاقی خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک

نہیں کرتے، ان کی خدمت نہیں کرتے، جنسی بے راہ روی ان کے ہاں عام ہے، ان کی اکثریت طرح طرح کے نشے میں سکون تلاش کرتی نظر آتی ہے، ان میں تشدد کا رجحان بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔ نیشنلزم کا جذبہ بہت طاقتور ہونے کی وجہ سے یہ اپنی قوم کے افراد کے لئے تو ابریشم کی طرح نرم ہیں اور ہر اخلاقی اصول کی پیروی کرتے ہیں لیکن جب معاملہ کسی دوسری قوم کے ساتھ ہو تو وہاں انسانی حقوق کے تمام سبق یہ بھول جاتے ہیں۔

جب یہ الحادی نظریات اہل مغرب سے نکل کر مشرقی قوموں میں آئے تو اشرافیہ کے جس طبقے نے انہیں قبول کیا، بدقسمتی سے وہ اخلاقی اعتبار سے نہایت پست تھا۔ جب یہ طبقہ اور اس کے زیر اثر عوام الناس عملی اعتبار سے الحاد کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے تمام اخلاقی حدود کو پھلانگ کر وحشت اور درندگی کی بدترین داستانیں رقم کیں۔ دور جدید میں اس کا اندازہ محض روزانہ اخبار پڑھنے ہی سے ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ملحدین میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں، وہ تو مسلمانوں نے پوری طرح اختیار کر لیں لیکن ان کی خوبیوں کا عشر عشیر بھی ان کے حصے میں نہ آیا۔ ہمارے مسلم ممالک کے سیکولر و بے دین اینکرز، سیاستدان، بڑے اداروں کے افسران یورپی ممالک کی تعریفیں تو بہت کرتے ہیں لیکن قرآن و حدیث کی طرح انگریزوں کے ان اصولوں کو فالو نہیں کرتے جو ملک و معاشرے کی ترقی کا اہم سبب ہیں بلکہ یہ لوگ خوب کرپشن کے ملک کا بیڑہ غرق کرتے اور بے دینی و بے حیائی عام کرتے ہیں اور میڈیا پر بیٹھ کر ملک کی ترقی نہ ہونے کا سارا الزام مولویوں پر ڈال دیتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ملک ترقی نہیں کر رہا۔ خائن شخص کو امین ثابت کرنا اور نیک و ایماندار کو کرپٹ ثابت کرنا ان لوگوں کے آگے معمولی کام ہے۔

الحاد کے معاشرتی اثرات میں ایک بڑا واضح اثر خاندانی نظام کا خاتمہ اور فری سیکس کا فروغ ہیں۔ جنسی زندگی سے متعلق آداب انسان کو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہی نے بتائے ہیں اور اس ضمن میں ہر قسم کی بے راہ روی کا خاتمہ کیا ہے۔ جب ایک شخص انہی کا انکار کر دے تو پھر اس کی راہ میں ایسی کونسی رکاوٹ ہے جو اسے دنیا کی کسی بھی عورت سے آزادانہ صنفی تعلقات سے روک سکے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ پھر ماں، بہن اور بیٹی کا تقدس پامال کرنے بھی کیا حرج رہ جاتا ہے؟ اس کے بعد اگر نئی نئی لذتوں کی تلاش میں مرد مردوں کے پاس اور عورتیں عورتوں کے پاس جائیں تو اس میں کیا قباحت رہ جاتی ہے؟

الحاد کا یہ وہ اثر ہے جسے مغربی معاشروں میں پوری طرح فروغ حاصل ہوا۔ دور غلامی میں خوش قسمتی سے

مسلم دنیا الحاد کے ان اثرات سے بڑی حد تک محفوظ رہی لیکن بیسویں صدی کے ربع آخر میں میڈیا کے فروغ سے اب یہ اثرات بھی ہمارے معاشروں میں تیزی سے سرایت کر رہے ہیں۔ جہاں جہاں یہ فری سیکس پھیل رہا ہے وہاں وہاں اس کے نتیجے میں ایک طرف تو ایڈز سمیت بہت سی بیماریاں پھیل رہی ہیں اور دوسری طرف خاندانی نظام کا خاتمہ بھی ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں کوئی نہ تو بچوں کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی بوڑھوں کی خبر گیری کرنے کو۔ کڈز ہومز میں پلنے والے یہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو اسی بے راہ روی کا شکار ہو کر یہ ذمہ داریاں قبول نہیں کرتے اور مکافات عمل کے نتیجے میں یہ جب بوڑھے ہوتے ہیں تو پھر ان کی خبر گیری کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ اچھے اولڈ ہومز میں داخلہ بھی اسی کو ملتا ہے جس کی اولاد کچھ فرمانبردار ہو اور اس اولڈ ہوم کا خرچ اٹھا سکے۔ ان کی زندگی اب کڈز ہوم سے شروع ہو کر اولڈ ہوم پر ختم ہو جاتی ہے۔

☆ **الحاد اور دنیا پرستی:** معاشرتی اور معاشی اعتبار سے الحاد نے مسلم معاشروں کو جس اعتبار سے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ دنیا پرستی کا فروغ ہے۔ دنیا پرستی کا فلسفہ مغربی اور مسلم دونوں علاقوں میں پوری آب و تاب کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ جب انسان عملی اعتبار سے آخرت کی زندگی کا انکار کر دے یعنی اس کے تقاضوں کو مکمل طور پر فراموش کر دے تو پھر دنیاوی زندگی اس کی سرگرمیوں کا مقصد بن جاتی ہے۔ مغربی معاشروں پر تو کسی تبصرے کی ضرورت نہیں لیکن ہمارے اپنے معاشروں میں جس طرح دنیا پرستی کی بھیڑ چال شروع ہو چکی ہے، وہ ہماری پستی کی انتہا ہے۔

ایک طرف تو ایسے لوگ ہیں جن کی اخلاقی تربیت بہت ناقص ہے اور وہ ہر طرح کے جرائم میں مبتلا ہیں لیکن ان کے برعکس ایسے لوگ جن کی اخلاقی قدریں کافی حد تک قائم ہیں، دنیا پرستی کے مرض میں کس حد تک مبتلا ہو چکے ہیں، اس کا اندازہ صرف ان کی چوبیس گھنٹے کی مصروفیات سے لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگ جن کی اخلاقی سطح معاشرے کے عام افراد سے بلند ہے، روزانہ صبح اٹھتے ہیں اور اپنے کاروبار یا دفاتر کی طرف چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو دفتری اوقات کے فوراً بعد واپس آجاتے ہوں۔ زیادہ سے زیادہ ترقی کے لئے لیٹ سٹنگز کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے اور عام طور پر لوگ آٹھ نو بجے تک دفتر سے اٹھتے ہیں۔ اس کے بعد گھر واپس آکر کھانا کھانے، ٹی وی دیکھنے اور اہل خانہ سے کچھ گفتگو کرنے میں گیارہ بارہ بڑے آرام سے بج جاتے ہیں۔ سوتے

سوتے ایک یا دو بج جاتے ہیں۔ بالعموم صبح کی نماز چھوڑ کر لوگ سات بجے تک بیدار ہوتے ہیں اور پھر دفتر کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ چھٹی کا دن عموماً ہفتے بھر کی نیند پوری کرنے اور گھریلو مسائل میں نکل جاتا ہے۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ہم اللہ کو راضی کرنے، دین سیکھنے، اپنی اخلاقی حالت بلند کرنے اور دین کے تقاضے پورے کرنے کے لئے کتنا وقت نکال سکتے ہیں؟

افسوس ہے کہ اس ترقی کو حاصل کرنے کے لئے جو زیادہ سے زیادہ بیس پچیس سال تک کام دے گی، ہم لامحدود سالوں پر محیط آخرت کی زندگی کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی اپنے کاروبار میں بیس روپے منافع کمانے کی دھن اربوں روپے کے سرمائے کا نقصان کرلے یا پھر دریا کی تہہ میں پڑے ہوئے ایک روپے کے سکے کو حاصل کرنے کے لئے لاکھوں روپے کی دولت پھینک کر دریا میں چھلانگ لگا دے۔

... باب دوم: دہریت کے اسباب ...

دہریت کے کئی اسباب ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ **اللہ عزوجل کے بارے میں غیر واضح عقیدہ:** دہریت سب سے زیادہ عیسایت، بدھ مت اور اسی طرح کے ان ادیان میں ہے جن میں وجود باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔ بقیہ ادیان کی بہ نسبت سب سے کم اسلام میں دہریت کو فروغ ملا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اللہ عزوجل، انبیاء علیہم السلام، تخلیق کائنات کے بارے میں ایسے واضح دلائل ہیں کہ ہر ذی شعور اس کو باآسانی سمجھ سکتا ہے۔

☆ **دینی کتب میں تضاد:** دینی کتب میں تضاد ہونا الحاد کو فروغ دیتا ہے۔ اگر ہم بائبل کا مطالعہ کریں تو کئی باتیں ایسی ہیں جو متضاد ہیں۔ یونہی کئی مذاہب کی بنیادی کتب میں بت پرستی سے ممانعت ثابت ہے لیکن اس مذہب کے ماننے والے بت پرست ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں عقائد و نظریات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ چند فروعی مسائل جیسے نماز، روزہ وغیرہ کے طریقے احادیث میں ضرور کچھ مختلف آئے ہیں چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عمل قصداً مختلف انداز سے کیا ہے یا یہ ہوا کہ ایک طریقہ ایک وقت تک کیا گیا پھر اس عمل کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ سے وہ کیا، اب جس صحابی نے آپ علیہ السلام کو جس طریقے سے نماز پڑھتے اور دیگر اعمال کرتے دیکھا وہ ساری زندگی اسی طرح کرتا رہا اور اپنی نسلوں کو اسی کی تعلیم دیتا رہا۔ پھر احادیث کے مختلف ہونے پر بھی ترجیح کے دلائل موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پر مختلف احادیث ہونے کی وجہ سے دہریہ نہیں بنا۔

☆ **عقائد واعمال کا غیر فطرتی و غیر عقلی ہونا:** اسلام ایک فطرتی اور عقل کے عین مطابق دین ہے جبکہ دیگر ادیان میں کئی ایسے عقائد واحکام ہیں جو فطرت اور عقل سے وراء ہیں جیسے عیسائیوں میں نظریہ کفارہ، مسئلہ تثلیث، ہندوؤں میں بت پرستی، بدھ مت میں شادی نہ کرنے کا غیر فطرتی عمل، اسی طرح دیگر مذاہب میں غیر عقلی اور فطرت کے مخالف باتوں سے انسان دین سے بیزار ہو کر دہریہ بن جاتا ہے۔

☆ **پادریوں کا عوام کو اپنا غلام بنالینا:** عیسائیت میں دہریت اور سیکولرزم کے عام ہونے کی ایک وجہ عیسائی پادریوں کا لوگوں کو اپنا مذہبی غلام بنالینا بنا۔ عیسائیت ایک نامکمل اور تحریف شدہ دین تھا جسے پادریوں نے اپنے طور پر بنا کر لوگوں پر حکومت کرنا شروع کر دی۔ پادریوں کا ایسے قوانین عوام کو بتانا جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ خدا اور عوام کے درمیان پادریوں کا بہت عمل دخل ہے جیسے کسی عیسائی نے اگر توبہ کرنی ہو تو وہ ڈائریکٹ اللہ عزوجل

سے توبہ نہیں کرتا بلکہ گرجا جا کر پادری کے آگے اپنے گناہ کا اظہار کرتا اور توبہ کرتا ہے۔ یونہی ہندوؤں میں برہمنوں کے ظلم و ستم سے دیگر قومیں بیزار ہو کر دہریت میں چلی گئیں۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس دین کے حفاظت کے لیے اللہ عزوجل نے ایسے دینداروں کو پیدا کیا جنہوں نے چودہ سو سال سے لے کر اب تک صحیح دین لوگوں تک پہنچایا۔ اسلام میں دینی شخصیات کا اتنا ہی عمل دخل ہے جتنا اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ علماء کرام نے احکامِ شرع خود سے نہیں گڑھ لیے بلکہ قرآن و حدیث ہی کو لوگوں کے آگے پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں جب بھی کسی مولوی نے دین کو بگاڑنا چاہا دیگر وقت کے علمائے کرام نے اس کا پردہ فاش کر دیا اور وہ دنیا ہی میں ذلیل ہو گیا۔ علمائے کرام کا کام شرعی مسائل بیان کرنا ہے اور عوام کا کام ان مسائل کے مطابق بدنی اور مالی عبادت کرنا ہے۔ اسلام نے علماء کو عوام الناس پر فضیلت ضرور دی ہے لیکن عوام کو غلام نہیں بنا دیا کہ وہ علماء کی ہر جائز ناجائز بات پر لبیک کہہ دیں بلکہ عالم بھی پابند ہے کہ وہ وہی بات کرے جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

☆ **بے حیائی:** دہریت اور سیکولر ازم کے سب سے بڑے اسباب میں سے ایک سبب بے حیا ہونا ہے۔ وہ چند مسلمان جو اسلام کو چھوڑ کر دہریت کا شکار ہوئے ہیں وہ عموماً بے حیائی کے سبب ہوئے ہیں کہ بے حیائی کرتے کرتے وہ اس درجہ تک پہنچ گئے تھے کہ اب بے حیائی ان کے رگ و ریشہ میں سما چکی تھی۔ ایسوں کا واپس دین میں آنا ممکن تو ہوتا ہے لیکن بے حیائی کا ایسا چسکا پڑ چکا ہوتا ہے کہ جو مولوی دین و حیا کی بات کرے یہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی باپردہ عورت نے لبرل ازم کی تائید نہیں کی، اس جہنمی نظریات میں وہی بے حیا عورتیں شامل ہوئی ہیں جن کو اپنے جسم و خوبصورتی پر بہت ناز ہے اور اسی جسم کی نمائش سے انہوں نے چند ٹکے کمائے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں واضح طور پر حیا کی ترغیب موجود ہے جس میں بے حیائی کو بے دینی قرار دیا ہے چنانچہ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے "إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرِنَا جَمِيعًا، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حیا اور ایمان دونوں

ملے ہوئے ہیں، اگر ایک جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔

(شعب الإیمان، الحیاء، جلد10، صفحہ166، حدیث7331، مکتبۃ الرشد، الریاض)

☆ **آزاد خیالی:** دہریت اور سیکولرزم کا ایک سبب آزاد خیالی ہے۔ جس شخص نے اپنے نفس کو اپنے اوپر اس قدر حاوی کر لیا ہو کہ جو اس کا دل چاہے وہی کرنے کا عادی ہے ایسے شخص کو شیطان دہریت کے جال میں پھانس لیتا ہے۔ آزاد ذہن والا مذہبی احکام کو اپنے نفس کے خلاف سمجھتا ہے اور وہ مذہبی احکام پر چلنے کو دشوار سمجھتا ہے اور چند دینی لوگوں کی غلطیوں کو دلیل بنا کر دیندار طبقہ اور دین سے دور ہوتا جاتا ہے کیونکہ جب اسے دینی اعتبار سے ٹوکا جاتا ہے کہ جو عمل تم کر رہے ہو یہ شرعا حرام ہے تو یہ بات اس کے نفس کو سخت ناگوار گزرتی ہے جس کی وجہ سے دین کو پس پشت ڈال کر نہ صرف خود آزاد ہوتا ہے بلکہ شیطان ایسے شخص سے دہریت کے فروغ کا کام لیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لبرل لوگ اپنی آخرت تباہ کر کے بھولے بھالے لوگوں کو دین اور دینی شخصیات سے بد ظن کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

☆ **علم کا تکبر:** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لیے علمِ نافع کی دعا مانگتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی پڑھے لکھے اپنے علم کے تکبر میں سیکولر ہو گئے۔ انہوں نے دینی احکام کی پیروی کو اپنی اور اپنے حاصل کردہ علم کی توہین سمجھ لیا۔ دیندار طبقہ کو جاہل گنوار سمجھ کر خود کو سب سے بڑا سمجھدار سمجھ کر پڑھے لکھے جاہل ثابت ہوئے۔

☆ **ذاتی مفاد:** ذاتی مفاد کی خاطر بھی کئی سیکولرزم و دہریت کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ کئی لوگ نوکری، کاروبار کرنے یا اپنی سیاست مضبوط کرنے کے لیے سیکولر قسم کی باتیں کر کے بے دین این جی اوز اور کفار کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ ہم کسی مذہب کے نہیں ہیں، ہم اپنے ملک میں مذہب کو ختم کر کے ایک نیوٹرل قوانین بنانا چاہتے ہیں جو مذہب سے آزاد ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے کئی لیڈر جو مسلمان ہوتے ہیں لیکن ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے کبھی ان کے مذہبی تہواروں میں شریک ہو کر بت پرستی کرتے، کبھی عیسائیوں کے ساتھ کرسمس کیک کاٹتے اور کئی مواقع پر یہ بیان دیتے ہیں کہ میں سب کا وزیر ہوں، یہ ملک سب لوگوں کا ہے۔ بلکہ کئی تو میڈیا پر بیٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہونا چاہئے۔ اسکول کے نصاب میں بھی دینی مواد کو نکالنے کی

کوشش کی جاتی ہے۔ قوانین بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو سیکولرزم کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔

☆**عقائد و نظریات کا سائنس کے خلاف ہونا:** عیسائیت اور دیگر مذاہب میں الحاد کو فروغ ملنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے عقائد و نظریات سائنس سے ٹکراتے ہیں جس کی وجہ سے پڑھا لکھا طبقہ دین سے دور ہو جاتا ہے۔ تمام ادیان کی بہ نسبت مذہب اسلام میں کوئی ایک بھی عقیدہ یا پیشین گوئی ایسی نہیں جو سائنس سے متصادم ہو بلکہ سائنس اسلام کی تائید کرتے ہوئے نظر آتی ہے۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں:

☆**شہد نوع انسانی کے لئے شفا:** شہد کی مکھی کئی طرح کے پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے اور اسے اپنے ہی جسم کے اندر شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ اس شہد کو وہ اپنے چھتے میں بنے خانوں (Cells) میں جمع کرتی ہے۔ آج سے صرف چند صدیوں قبل ہی انسان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ شہد اصل میں شہد کی مکھی کے پیٹ (Belly) سے نکلتا ہے، مگر یہ حقیقت قرآن پاک نے 1400 سال پہلے درج ذیل آیات مبارکہ میں بیان کر دی تھی ﴿یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ترجمہ: اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ (سورۃ النحل، سورۃ 16، آیت 69)

علاوہ ازیں حال ہی میں دریافت کیا گیا ہے کہ شہد میں زخم کو ٹھیک کرنے کی شفا بخش خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہ نرم (مرہم جیسی) جراثیم کش دوا (Mild antiseptic) کا کام بھی کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں روسیوں نے بھی اپنے زخمی فوجیوں کے زخم ڈھانپنے کے لئے شہد کا استعمال کیا تھا۔ شہد کی یہ خاصیت ہے کہ یہ نمی کو برقرار رکھتا ہے اور بافتوں (tissue) پر زخموں کے بہت ہی کم نشان باقی رہنے دیتا ہے شہد کی کثافت (Density) کے باعث کوئی پھپوندی (fungus) یا جراثیم، زخم میں پروان نہیں چڑھ سکتے۔

سسٹر کیرول (Carole) نامی ایک عیسائی راہبہ (Nun) نے برطانوی شفا خانوں میں سینے اور الزائیمر (Alzheimer) (ایک بیماری کا نام) کے بیماریوں میں مبتلا بائیس 22 ناقابل علاج مریضوں کا علاج پرپولس (Propolis) نامی مادے سے کیا۔ شہد کی مکھیاں یہ مادہ پیدا کرتی ہیں اور اسے اپنے چھتّے کے خانوں کو جراثیموں کو روکنے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی پودے سے ہونے والی الرجی میں مبتلا ہو جائے تو اسی پودے سے حاصل شدہ شہد اس

شخص کو دیا جا سکتا ہے تا کہ وہ الرجی کے خلاف مزاحمت پیدا کر لے۔ شہد وٹامن۔ کے(vitamen K)اور فرکٹوز (Fructose)(ایک طرح کی شکّر) سے بھی بھرپور ہوتا ہے۔

قرآن میں شہد اسکی تشکیل اور خصوصیات کے بارے میں جو علم دیا گیا ہے اسے انسان نے نزول قرآن کے صدیوں بعد اپنے تجربے اور مشاہدے سے دریافت کیا ہے۔

☆ **ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان سے خارج ہونے والا قطرہ:** اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ﴾ ترجمہ: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا، جست کرتے پانی سے، جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔

(سورۃ الطارق، سورۃ86، آیت5,6,7)

جُنینی مراحل(embryonic stages)میں مردانہ وزنانہ تولیدی اعضاء یعنی فوطے (testicle)اور بیضہ دان(Ovary) گردوں کے پاس سے ریڑھ کی ہڈی اور گیارہویں اور بارہویں پسلیوں کے درمیان سے نموپذیر ہونا شروع کرتے ہیں۔ بعدازاں وہ کچھ نیچے اُتر آتے ہیں ، زنانا تولیدی غدود(gonads)یعنی بیضہ دانیاں پیڑو(pelvis)میں رُک جاتی ہے جبکہ مردانہ اعضائے تولید(inguinal canal)کے راستے خصیہ دانی (scrotum)تک جا پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ بلوغت میں بھی جبکہ تولیدی غدود کے نیچے جانے کا عمل رک چکا ہوتا ہے ان غدود میں دھڑ والی بڑی رگ (Abdominal aorta)کے ذریعے خون اور اعصاب کی رسائی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دھیان رہے کہ دھڑ والی بڑی رگ اس علاقے میں ہوتی ہے جو ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ لمفی نکاس(Lymphetic drainage)اور خون کا وریدی بہاؤ بھی اس سمت ہوتا ہے۔

آج کی سائنس قرآن کے اس بیان کردہ نظام کی تائید کرتی ہے۔

☆ **تین تاریک پردوں کی حفاظت میں رکھا گیا جنین(foetus):** قرآن پاک میں ہے﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ترجمہ: تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیریوں میں۔ (سورۃ الزمر، سورۃ39، آیت6)

پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور(Keith L. Moore)کے مطابق قرآن پاک میں تاریکی کے جن تین

پردوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1۔ شکم مادر کی اگلی دیوار

2۔ رحم مادر کی دیوار

3۔ غلافِ جنین اور اس کے گرد لپٹی ہوئی جھلی (amnio-chorionic membrane)

(قرآن اور جدید سائنس https://ur.wikipedia.org/wiki/)

قرآن کے علاوہ احادیث و سنتوں پر کئی سائنسی تائیدات وجود میں آچکی ہیں اور مزید جاری ہیں۔

☆ **مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالأُخْرَى شِفَاءً'' ترجمہ: اگر تم میں سے کسی کے مشروب (پانی، دودھ وغیرہ) میں مکھی گر پڑے تو اسے چاہئے کہ اس کو مشروب میں ڈبکی دے، پھر اسے نکال پھینکے، کیوں کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے تو دوسرے میں شفا۔

(صحیح البخاری، بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب....، جلد4، صفحہ130، حدیث 3320، دار طوق النجاۃ، مصر)

طبی طور پر اب یہ معروف بات ہے کہ مکھی اپنے جسم کے ساتھ کچھ جراثیم اٹھائے پھرتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 1400 سال پہلے بیان فرمایا جب انسان جدید طب کے متعلق بہت کم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ عضوے (Organisms) اور دیگر ذرائع پیدا کئے جو ان جراثیم (Pathogenes) کو ہلاک کر دیتے ہیں، مثلاً پنسلین پھپھوندی اور سٹیفا ئلو کو سائی جیسے جراثیم کو مار ڈالتی ہے۔ حالیہ تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مکھی بیماری (جراثیم) کے ساتھ ساتھ ان جراثیم کا تریاق بھی اٹھائے پھرتی ہے۔ عام طور پر جب مکھی کسی مائع غذا کو چھوتی ہے تو وہ اسے اپنے جراثیم سے آلودہ کر دیتی ہے لہٰذا اسے مائع میں ڈبکی دینی چاہئے تاکہ وہ ان جراثیم کا تریاق بھی اس میں شامل کر دے جو جراثیم کا مداوا کرے گا۔

ماہرین خرد حیاتیات (Microbiologists) نے ثابت کیا ہے کہ مکھی کے پیٹ میں خامراتی خلیات (Yeast Cells) طفیلیوں (Parasites) کے طور پر رہتے ہیں اور یہ خامراتی خلیات اپنی تعداد بڑھانے کے لئے مکھی کی تنفس کی نالیوں (Repiratory Tubules) میں گھسے ہوتے ہیں اور جب مکھی مائع میں ڈبوئی جائے تو وہ

خلیات نکل کر مائع میں شامل ہو جاتے ہیں، اور ان خلیات کا مواد ان جراثیم کا تریاق ہوتا ہے جنہیں مکھی اٹھائے پھرتی ہے۔

☆**چار ماہ بعد روح پھونکی جانا:** کثیر مستند احادیث سے ثابت ہے کہ جب حمل چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں ہے "عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ، قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ" ترجمہ: زید بن وہب سے روایت ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا مادہ خلقت تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں جمع رکھا جاتا ہے، پھر چالیس دن جما ہوا خون ہوتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیتا ہے، اس کا عمل، روزی، عمر، اس کے بدبخت یا نیک بخت ہونے کے متعلق لکھنے کا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، جلد4، صفحہ111، حدیث 3208، دار طوق النجاۃ، مصر)

جدید سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ چار ماہ بعد جنین میں جاندار والی حرکات پیدا ہو جاتی ہیں۔ چند انٹرنیٹ میں موجود سائنسی انکشافات پیش خدمت ہیں:

ایک جگہ ہے:

Science has verified that after about 120 days, the foetus can think; express emotions,as well as a few other things.

(http://islam4parents.com/2008/07/teaching-your-foetus/)

ایک جگہ ہے:

The Ruh(soul)enters the foetus at 120 days (4 months) from conception.

(http://www.my-journal.com/jrn/md__1/jrn__18775/dt__1297411200)

مشہور انٹرنیٹ سائیٹ ویکیپیڈیا میں ہے:

Week 16 to 25: A woman pregnant for the first time typically feels fetal movements at about 21 weeks, whereas a woman who has already given birth at least two times i.e. a multiparous woman) will typically feel movements by 20 weeks. By the end of the fifth month, the fetus is about 20 cm (8 inches)

(http://en.wikipedia.org/wiki/Human_fetal_development#Week_16_to_25)

ایک سائیٹ پر 18 ہفتوں کے بعد جو بچے کی حرکت ہوتی ہے اس کے متعلق ہے:

Tiny air sacs called alveoli begin to form in lungs and the vocal chords are formed. Baby goes through the motions of crying but without air doesn't make a sound; yet.Your baby may have the same awake and sleep patterns of a newborn. Baby will have a favorite position for sleep and recognizable active and rest periods.

(http://baby2see.com/development/week18.html)

دوسری جگہ ایک سو بیس دنوں کے بعد ہے:

Her chest moves up and down to mimic breathing. Her blood vessels are visible through her thin skin, and her ears are now in their final position, although they're still standing out from her head a bit.

(http://www.babycentre.co.uk/pregnancy/fetaldevelopment/18weeks/)

☆**ہاتھ سے کھانا کھانے کے فوائد:** کھانا ہاتھ سے کھانا سنت ہے جس کے فوائد کئی سائنسی تحقیقات سے ثابت ہیں۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق جدید تحقیقات نے جہاں ایک طرف ہاتھ سے کھانے کو متعدد

قسم کی بیماریوں سے بچاؤ، ہاضمے کی بہتری اور احساس مسرت کا سبب قرار دیا ہے، وہیں وزن کم کرنے کے خواہش مندوں کیلئے بھی اس طریقے کو نہایت مفید قرار دیا ہے۔حال ہی میں سائنسی جریدے کلینیکل نیوٹریشن میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ ٹائپ ٹو ذیابیطس کے شکار افراد عموماً عجلت میں کھانا کھاتے ہیں اور تیزی سے خوراک نگلنے کے علاوہ ضرورت سے زائد کھانے کی وجہ سے بھی ان کی بیماری میں شدت کا خدشہ رہتا ہے۔ یہ افراد چمچ یا کانٹے سے کھانے کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ اگر یہ کھانے کیلئے ہاتھ کا استعمال کریں تو مسائل سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ہاتھ سے کھانا کھانے کی صورت میں نہ صرف قدرتی طور پر کھانے کی رفتار معتدل ہو جائے گی بلکہ ضرورت سے زائد کھانے کی عادت بھی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی۔ ہاتھ سے کھانے اور ہاضمے کی بہتری کا تعلق بیان کرتے ہوئے ماہرین نے بتایا کہ جونہی ہم کھانے کو چھوتے ہیں تو عصبی خلیوں کے ذریعے دماغ کو غذا کے متعلق پیغام پہنچتا ہے، اور پورا جسم کھانے کے عمل اور اسے ہضم کرنے کے عمل کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ جس طرح ہاتھ سے کھانے کی صورت میں جسم غذا کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے دھاتی اشیاء اور چمچ کانٹوں سے وہ ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہاتھ سے کھانے والے نا صرف معتدل رفتار سے کھاتے ہیں بلکہ خوراک کو بہتر طور پر چباتے ہیں اور ان کا جسم بھی اسے ہضم کرنے کیلئے بہتر طور پر تیار ہوتا ہے۔ ان تمام عوامل کا مجموعی نتیجہ موٹاپے سے قدرتی طور پر نجات کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ہاتھ سے کھانے کے فوائد کا اندازہ پوری طرح تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ اسے اپنی روزمرہ زندگی کا لازمی حصہ بنالیں۔ ہاتھ سے کھانا کھانے والوں کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ناخن بروقت تراشیں اور ہاتھوں کی صفائی کا مکمل خیال رکھے۔

روزنامہ ڈیلی پاکستان میں ہے:لندن(نیوزڈیسک) ہاتھ سے کھانا کھانا ہماری مذہبی تعلیمات اور معاشرتی روایت کا حصہ ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ مغرب سے مغلوب ہو کر آج ہم سے اکثر کانٹوں اور چمچوں سے کھانا کھاتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ہاتھ سے کھانا کھانے کے پیچھے حکمت کیا ہے ؟، اگر نہیں تو ہم آپ کو یہاں اس کے طبی فوائد سے آگاہ کرتے ہیں۔

توانائی کا توازن: آئر وے دک (نباتاتی) طب کے مطابق انسانی زندگی یا توانائی کا انحصار پانچ چیزوں پر ہے اور

اس جزو ترکیبی سے انگلیوں کو تشبیہ دی جاتی ہے، یعنی انگوٹھا آگ، شہادت کی انگلی ہوا، بڑی انگلی آسمان، رنگ والی انگلی زمین اور سب سے چھوٹی انگلی کو پانی سے جوڑا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی بھی چیز کی کمی انسان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو تمام انگلیاں اکھٹی ہو جاتی ہیں، جو غذا کو مقوی بنا کر ہمیں متعدد بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔

نظام انہضام کی بہتری: انسانی جسم میں چھونے کا احساس نہایت طاقت ور اثر پذیری رکھتا ہے، لہذا جب ہم ہماری انگلیاں کھانے کو چھوتی ہیں، تو دماغ کو یہ سگنل ملتا ہے کہ ہم کھانا کھانے لگے ہیں اور دماغ سے معدے کو سگنل پہنچتا ہے اور یوں معدہ کھانے کو ہضم کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

کھانے پر دھیان: ہاتھوں سے کھانے سے کھانے کی طرف توجہ مخصوص ہو جاتی ہے۔ یوں کھانے سے آپ کو مکمل توجہ کھانے پر رکھنا پڑتی ہے، جس سے آپ نہ صرف مناسب مقدار میں کھانا کھائیں گے بلکہ کوئی مضر چیز گرنے پر اسے فوری پکڑ بھی لیں گے۔

منہ کا جلنا: ہاتھ درجہ حرارت سینسر بھی ہوتے ہیں، جب آپ کھانے کو چھوتے ہیں، تو اگر وہ بہت زیادہ گرم ہے، تو آپ اسے منہ میں نہیں لے جائیں گے، یوں آپ کا منہ جلنے سے بچ جائے گا، بصورت دیگر چمچ سے کھانے سے آپ درجہ حرارت کا درست اندازہ نہیں لگا سکیں گے اور منہ جلا بیٹھیں گے۔

(Dailypaksitan 20 August 2014)

☆ **انگلیوں کے پوروں پر جراثیم کش پروٹین:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا، أَوْ يُلْعِقَهَا'' ترجمہ: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ اپنا ہاتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ اسے (انگلیاں) چاٹ لے یا چٹوا لے۔

(صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة..، جلد3، صفحہ1605، حدیث2031، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ صدیاں پہلے دیا اور اس میں جو حکمت کار فرما ہے اس کی تصدیق طبی سائنسدان اس دور میں کر رہے ہیں۔ جرمنی کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ اخذ کیا ہے کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین اسے دست، قے اور ہیضے جیسی بیماریوں سے

بچاتی ہے۔ماہرین کے مطابق وہ بیکٹیریا جنہیں ''ای کولائی'' کہتے ہیں، جب انگلیوں کی پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان مضر صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات پیدا نہیں کرتے خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے تو جراثیم کش پروٹین متحرک ہو جاتی ہے۔ماہرین کا خیال ہے کہ اگر یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہیضے، دست اور قے کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔ (روزنامہ نوائے وقت 30 جون 2005ء)

مستقبل میں سیکولرازم اور دہریت کے فروغ کے اسباب

تاریخ میں جو سیکولرازم اور دہریت کو فروغ ملا اس کے اسباب تو بیان ہو چکے اور یہ بھی ثابت کیا گیا کہ مذہب اسلام میں کوئی ایسی خامی نہیں جو دہریت کی بنیاد بن سکے۔فی زمانہ اور مستقبل میں جو مسلمانوں میں دہریت کو کچھ فروغ مل رہا ہے یا ملے گا اس کی چند وجوہات جو راقم الحروف کے ذہن میں ہیں وہ تحریری شکل میں پیش کرتا ہوں۔اگر میں ان اسباب پر تفصیلی لکھوں تو ایک پوری کتاب لکھ سکتا ہوں، لیکن فی الوقت مختصرا تحریر کرتا ہوں تاکہ عوام اور دین دار طبقہ اس تحریر سے استفادہ کر سکیں اور دہریت کے فروغ کو روک سکیں۔

☆ **میڈیا:** فی زمانہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میڈیا آزاد خیالی کو بہت فروغ دینے کے ساتھ ساتھ دین دار طبقہ کو بدنام کر رہا ہے۔معاشرے کے ہر شعبہ میں برائیاں عام ہیں لیکن دینی شعبہ میں اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو میڈیا اس کی خوب تشہیر کر کے لوگوں کو دینی لوگوں سے دور کرتا ہے۔میڈیا کا ایسا کرنا کئی وجوہات کی بنا پر ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ میڈیا کے خود کئی لوگ لبرل ہیں۔دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی این جی اوز اور کفار ان کو ایسا کرنے پر مالی مدد کرتے ہیں۔اسلامی تہواروں کو میڈیا نے ایک تفریح کا نام دے دیا ہے اور اس میں ہلہ گلہ کرنا اپنا معمول بنا لیا۔رمضان ٹرانسمیشنز(Transmission) میں جاہل فنکاروں کا دینی پروگرام کرنا ہر سال عام ہو رہا ہے۔ان پروگراموں کا عام کرنا یہ باور کروانا ہے کہ معاشرے کو علماء کی حاجت نہیں۔اگر کسی پروگرام میں علماء کو بلوائیں گے تو مختلف مسالک کے علماء کو اکٹھا کر کے اختلافی مسائل چھیڑ کر لڑوائیں گے اور عوام کو دین سے دور کیا جاتا ہے۔

☆ **عیاش و بے دین حکمران:** تاریخ گواہ ہے جس مذہب کو حکمرانوں نے اپنایا وہ مذہب پروان چڑھا جیسا کہ عیسائیت اور بدھ مت وغیرہ کی مثال ہے۔ہم آج کے حکمرانوں کو اور ان کی آنے والی اولادوں کے دیکھتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ موجودہ دور کی طرح مستقبل بھی فتنوں میں گزرے گا۔آج ہمارے کئی حکمران سیکولر قسم کی باتیں

کرتے ہیں، کفار کے غلام ہیں، کافروں کو راضی کرنے کے لیے دینی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں۔خود کو ایک سیکولر ظاہر کرنے کے لیے کسی کافر کے مرنے پر اظہار افسوس کرتے ہیں، کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرتے ہیں، تعلیمی نصاب میں سے مذہب اسلام بالخصوص جہاد کے موضوع کو آہستہ آہستہ سے نکال رہے ہیں۔ان کی نااہلی کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض کو پہلا کلمہ نہیں آتا، سورۃ اخلاص نہیں پڑھی جاتی۔اپنے بے حیائی سے بھرے جلسوں کو کربلا سے تشبیہ اور خود کے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں۔پھر ان کے اولادوں کا یہ حال ہے کہ کفار کے ملکوں میں ساری زندگی پڑھا ہوتا ہے، نہ دین کا پتہ نہ غربت کا، ساری زندگی عیاشیوں میں گزارتے ہیں اور بعد میں مسلمانوں پر مسلط ہو کر جس بے حیائی کے ماحول میں خود زندگی گزاری ہوتی ہے اسی ماحول کو عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆**این۔جی۔ اوز اور سول سوسائٹی:** سیکولرازم اور دہریت کے فروغ میں فی زمانہ اور مستقبل میں اہم کردار بے دین این جی اوز (NGOs) اور سول سائٹی (Civil-Society) کا ہے۔

پاکستان میں چھوٹی چھوٹی ہزاروں کے حساب سے این جی اوز بنی ہوئی ہیں اور کئی سالوں سے انگریزوں کی سرپرستی میں کام کر رہی ہیں۔یہ بظاہر ملک و عوام کے ہمدرد، خیر خواہ بنتے ہیں لیکن در حقیقت اس کے دشمن اور اسے نقصان پہچانے میں کوئی قصر نہ چھوڑنے والے ہیں۔غریبوں، مظلموں کی مدد کے بہانے چھوٹی چھوٹی این جی اوز بنا کر فنڈ کھانا اور ملک و اسلام کے خلاف زہر اگلنا ان کا وتیرہ ہے۔

انہی این جی اوز نے مل کر ایک نیا گروہ تشکیل دیا ہے جس کا نام "سول سوسائٹی" ہے۔اس سول سوسائٹی کا مختصر تعارف کچھ یوں ہے: نام سول سوسائٹی تعداد بیس پچیس سے لے کر چالیس یا پچاس تک، پہچان مذہبی جماعتوں دینی مدارس اسلامی شعائر کی زبردست مخالفت، کام چھوٹی چھوٹی جلوسیاں اور دھرنیاں، نظریہ مادر پدر آزاد خیالی اور ڈالر خوری۔اس سول سوسائٹی میں وہی بڑے سیکولر بے دین قسم کے لوگ ہیں جن میں بعض ایسی شخصیات ہیں جو قانونی اور سیاسی لحاظ سے معروف ہیں۔غور کریں تو یہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں نان ایشوز کو بڑا ایشوز بنا کر پوری دنیا میں ایسا واویلا مچاتی ہیں کہ جس سے پاکستانی معاشرے اور اور اسلام کا تشخص بدنام ہوتا ہے۔

پاکستان میں اس وقت بہت سی این جی اوز اسلامی سزاؤں کا نفاذ روکنے، سزائے موت ختم کروانے،

ماحولیات کا رونا رو کر کالا باغ ڈیم کی تعمیر رکوانے، دستاویزی فلمیں بنا کر عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ بگاڑنے، عریانی اور فحاشی کو فروغ دینے، کشمیر میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام بھول کر بھارت سے محبت کی پینگیں بڑھانے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کو بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔ جس کے لئے انہیں ملک و اسلام دشمن غیر ملکی قوتوں کی جانب سے بھاری فنڈنگ ہو رہی ہے، لیکن آج تک کسی نے بھی ان کے گھناؤنے کردار کو سامنے لانے اور ان کا کڑا احتساب کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی بھی پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سانحہ ہوا اور جرم ثابت ہو گیا تو ملزمان کے دفاع کے لئے کوئی نہ کوئی این جی او اٹھ کھڑی ہوئی، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاکے شائع کرنے کی گھناؤنی حرکت کی گئی اور شیطان کے چیلے ملعون ٹیری جان نے قرآن پاک جلانے کی گھناؤنی حرکت کی تو ان تمام این جی اوز کی زبانوں پر تالے پڑ گئے۔ پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو کالا قانون کہنے والا سلمان تاثیر قتل ہوا تو بہت سی این جی اوز کے دلوں سے ہمدردی کے چشمے پھوٹ پڑے، لیکن جب پاکستان میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت نے دہشت گردی کروائی، ہزاروں پاکستانیوں کو شہید کیا تو یہ این جی اوز خاموش تماشائی بنی رہیں اور کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ برما میں بدھ مت کے دہشت گردوں کے ہاتھوں لاکھوں مسلمانوں کی شہادت ان این جی اوز کے لئے معمولی بات ہے۔ ان این جی اوز کو یہ نظر نہیں آتا کہ امریکہ اور برطانیہ میں جرائم، ریپ اور بے راہ روی کی شرح کیا ہے؟ ان ممالک میں ہر سال چودہ سال تک عمر کی کتنے لاکھ بن بیاہی لڑکیاں ناجائز بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں، لیکن یہ این جی اوز پاکستان میں ہونے والے کسی ایک بھی واقعہ کے مجرموں کو سزا دلانے کے لئے کچھ کرنے کی بجائے عالمی سطح پر یوں آہ و بکاہ کرتی ہیں جیسے پاکستان نے کسی دوسرے ملک پر ایٹمی حملہ کر دیا ہو۔ ان این جی اوز نے مختاراں مائی کو اپنا آلہ کار بنایا، اس کے ذریعے خود اربوں کمائے اور اسے کروڑوں کا مالک بنا دیا، بدلے میں اس نے درجنوں ممالک میں جا کر پاکستان کو بدنام کیا۔ ان این جی اوز کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ پاکستان میں کئی منظم گینگ ننھے ننھے معصوم بچوں کو اغوا کر کے یا پھر لاوارث بچوں کو حاصل کر کے انہیں معذور کرتے اور پھر سڑکوں پر پھینک کر بھیک منگواتے ہیں، لیکن ہر وہ پہلو ضرور نظر آ جاتا ہے جس سے پاکستان اور اسلام کو بدنام کیا جا سکے، پاکستان میں بے راہ روی، فحاشی

اور عریانیت کو فروغ دیا جاسکے۔ اگر کبھی دکھلاوے کے طور پر ملک کے لئے نکلے بھی تو فارمیلٹی کے طور پر لیکن جب انگریزوں کا اشارہ آئے کہ اسلام اور علماء کے بارے میں زبان درازی کرنی ہے تو پھر یہ پورے زور وشور سے نکلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناموس رسالت کی بات ہو، کہیں مسجد و مدرسہ میں دہشت گردی ہو یہ آپ کو نظر نہیں آئے گے، چیچن خواتین کے قتل اور خواتین کو زندہ درگور کرنے کے واقعات پر کسی این جی اونے شمعیں روشن نہیں کیں۔ یہ نظر آئیں گے تو کسی گستاخ کی برسی پر، کسی کافر کے قتل ہونے کے احتجاج میں، کوئی عورت اگر گھر سے کسی کے ساتھ بھاگ جائے تو فقط اپنی این جی او چلانے کے لئے اس کی حمایت کرتے اس کے والدین کو ظالم ثابت کرتے ہوئے۔ کفار اس سول سوسائٹی اور این جی اوز سے فقط انتشار پھیلانے کا ہی کام نہیں لیتے بلکہ حساس اداروں کی معلومات لے نے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔

میڈیا کی بڑی تعداد اس سول سوسائٹی اور این جی اوز کی حمایتی ہے اور ان کو سول سوسائٹی کی تشہیر کے لئے اچھی خاصی رقم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دو چار سول سوسائٹی والے کسی مسئلہ پر احتجاج کر رہے ہوں گے تو اخباروں کی سرخیوں اور خبروں کی ہیڈ لائن میں اس کا چرچا ہورہا ہوگا۔

☆**رفتہ رفتہ دینی علم مفقود ہوتے جانا:** دین اسلام کا بنیادی علم نہ ہونا دہریت کے فروغ کا اہم حصہ ہے۔ دہریے انٹرنیٹ پر قرآن آیات و احادیث کو لے کر اس پر باطل قسم کے اعتراضات کرتے ہیں اور عام عوام جنہیں دین کی اتنی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی وہ وسوسوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ اب تک جتنے لوگ اسلام چھوڑ کر دہریے ہوئے ان میں ایک بہت بڑی تعداد دنیاوی پڑھے لکھے لوگ ہیں کہ دین کی اتنی سمجھ نہ ہونے کے سبب دہریوں کے فریب میں آگئے۔

قارئین خود فیصلہ کریں کہ دنیاوی تعلیم میں دینی تعلیم ایک فارمیلٹی ہے اور اسے مزید کم سے کم کیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ فقط اپنے تعلیمی نصاب کو پڑھ لے تو اسے دین کے مکمل فرائض کا بھی پتہ نہ چلے گا چہ جائیکہ ان کو واجبات و سنن مستحبات اور حلال و حرام کا پتہ چلے۔

زندگی کو پیسے کمانے میں اس قدر مگن کر دیا گیا ہے کہ اب ہر کسی کے پاس دو چار گھنٹے میڈیا دیکھنے کا تو وقت ہے لیکن چند منٹوں کے لیے قرآن و تفسیر اور حدیث و فقہ پڑھنے کا نہ وقت ہے اور نہ دلچسپی۔ المیہ یہ ہے کہ جو رزق

کمایا جارہا ہے وہ بھی شرعا حلال ہے یا حرام اس بارے میں بھی علم نہیں۔ اگر کوئی بیوی کو طلاق دینے جاتا ہے تو نہ اسے خود طلاق کے بارے میں شرعی احکام پتہ ہوتے ہیں اور نہ ان اشٹام فروشوں کو جو اکٹھی تین طلاقیں دلوانے کے باوجود کہہ رہے ہوتے ہیں نوے دن کے اندر صلح ہو سکتی ہے اور یونین کونسل والوں کا یہ حال ہے کہ وہ دس سال پہلے کی ہوئی تین طلاقوں کے باوجود یہ کہہ کر صلح کروا دیتے ہیں کہ ہم نے طلاق ہی نافذ نہیں کی اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔ علاقہ کے سیاسی لوگوں اور پنچائیتوں میں ایسے ایسے غیر شرعی فیصلے ہوتے ہیں کہ سن کر حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ لوگ کیسے مسلمان ہیں کہ اسلام کے بدیہی مسائل کا بھی ان کو پتہ نہیں۔

لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ رزق و ترقی صرف دنیاوی تعلیم میں موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں زبردستی دنیاوی تعلیم گھسانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر کو یہ نہیں کہا جاتا کہ تھوڑی وکالت بھی پڑھ لو اور وکیل کو یہ نہیں کہا جاتا کہ کچھ انجینئرنگ کی کتابیں پڑھ لو، یہ دنیاوی شعبے صرف اپنی خاص تعلیم کے گرد گھومتے ہیں جس کی وجہ سے اپنی فیلڈ میں اسپیشلسٹ کہلاتے ہیں اور دینی طلباء کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی ہنر سیکھنے کا ذہن دیتے ہیں تاکہ نہ صحیح طرح دینی تعلیم سمجھ آئے نہ دنیاوی، پھر ایک عالم دین کو دنیاوی ہنر سیکھنے کا ذہن دینا بھی عجیب ہے کہ جب کوئی اس سے دین کا مسئلہ پوچھنے جائے تو وہ ویلڈنگ کرنے گیا ہو یا واشنگ مشین صحیح کرنے گیا ہو۔

پھر جنہوں نے دینی تعلیم حاصل کی ہوتی ہے یہ دنیادار جو ان کے ساتھ ظلم کرتے ہیں وہ بھی سب کے سامنے عیاں ہے۔ امام مسجد کی تنخواہ اتنی ہے جتنی عام لوگوں کے بچے بازار سے گولیاں ٹافیاں لے کر کھا جاتے ہیں۔ درس نظامی کرنے کے بعد بھی سرکاری اداروں میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ حکومت اسکولوں کے قیام اور اس میں بہتری اور سہولتوں کا تو نہ صرف سوچتی ہے بلکہ اس پر اربوں روپے لگاتی ہے لیکن مدارس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ مدرسین کے تنخواہ انتہائی معمولی ہیں۔ مدارس میں دینی تعلیم مفت ہوتی ہے اس کے باوجود چند فیصد لوگ اس میں زیر تعلیم ہیں اور دنیاوی تعلیم جس میں دن بدن فیسیں زیادہ سے زیادہ ہو رہی ہیں ان کو ترقی مل رہی ہے۔ درس نظامی کے بعد ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی نوکری نہ ملے نہ ہی آج تک کوئی عالم بھوکا مرا ہے یا کسی نے خودکشی کی ہے۔ اس کے برعکس لاکھوں روپے لگا کر دنیاوی تعلیم حاصل کر کے معمولی سے نوکریوں کے لیے دھکے کھانا منظور ہے لیکن عالم

بننا گوارہ نہیں۔ ہمارے معاشرے میں رشوت میں سب سے بدنام پولیس کا محکمہ ہے اس کے باوجود ایک معمولی سے نوکری ہو تو ہزاروں لوگ درخواستیں جمع کرواتے ہیں اور نوکری حاصل کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، حالانکہ پتہ ہوتا ہے کہ اس محکمہ میں حلال روزی کمانا بہت مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دینی تعلیم کو پرکشش نہیں بنایا گیا۔ ورنہ اگر ہر عالم کی تنخواہ پچاس ہزار سے ایک لاکھ ہو تو سکولوں سے بڑھ کر مدارس کی تعداد ہو جائے۔ لیکن ایسا ہو نہیں رہا جس کا نقصان ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بچی کھچی چیز اہل علم حضرات کی عزت تھی جو میڈیا اور سیکولر لوگوں کے سبب ختم ہوتی جارہی ہے۔ اب عام عوام بھی دین والوں پر پھبتیاں کستی ہے اور پورے ملک میں جو مسائل چل رہے ہیں ان کا ذمہ دار کرپٹ حکمرانوں کو نہیں بلکہ علماء کو ٹھہراتی ہے۔ ایسے حالات میں دین دار طبقہ تو ثابت قدم رہ سکتا ہے لیکن ان کی اولادیں، ان کے رشتہ دار کیسے دین کا علم سیکھنے کی طرف راغب ہوں گے؟ یوں رفتہ رفتہ دینی تعلیم مزید کم سے کم ہوتی جائے گی اور پھر وہ وقت آئے گا کہ مستند علماء باقی نہ رہیں گے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے ''وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا؛ اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» ''ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات سے علم اٹھائے گا حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا، لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، جن سے مسائل پوچھے جائیں گے، وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم، جلد1، صفحہ31، حدیث100، دار طوق النجاۃ* صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل والفتن فی آخر الزمان، جلد4، صفحہ2058، حدیث2673، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

☆**فرقہ واریت:** آگے آپ دہریت کی تاریخ میں پڑھیں گے کہ عیسائی فرقوں کی باہمی لڑائی کے سبب لوگ دین سے دور ہو کر دہریت کا شکار ہوئے۔ فی زمانہ بھی لوگ فرقہ واریت سے تنگ آکر دین سے دور ہو رہے ہیں۔ اسلام نے سختی سے فرقہ واریت کو اسی وجہ سے روکا ہے کہ بے دینی عام نہ ہو۔ ہم صحابہ کرام و تابعین

اوران کے بعد آنے والی شخصیات کا جائزہ لیں تو یہ حضرات گمراہ لوگوں پر شدید سختی کرتے تھے کہ عام لوگ ان گمراہوں کے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن جوں جوں لوگوں میں دینی علم کی کمی آتی گئی اور لوگوں کو حق و باطل یعنی صحیح و گمراہ عقائد کی تمیز ختم ہوتی گئی تو اب صورت حال یہ ہے کہ عوام تو عوام صاحب اقتدار لوگ بھی فرقہ واریت کو ختم کرنے کی بالکل کوشش نہیں کر رہے جس کی وجہ سے آئے دن نئے نئے فرقے وجود میں آرہے ہیں اور عوام گمراہوں کے خلاف بھی بات سننے کو تیار نہیں۔ اگر آج بھی ہمیں اور بعد میں آنے والی نسلوں کو صحیح عقائد کا علم ہو جائے تو ان فتنوں کا دروازہ بند ہو سکتا ہے لیکن اس طرف نہ حکومت کو توجہ ہے اور نہ عوام کے پاس اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہے۔ آج کوئی غیر ڈاکٹر، وکیل، انجینئر وغیرہ اپنے آپ کو ان میں سے کسی کی طرف منسوب کرے تو اس کے خلاف قانونی کاروائی ہوتی ہے لیکن جو جاہل و گمراہ خود کو عالم و مفتی کہے تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ شرک و بدعت، جہاد جیسے اہم موضوعات پر جس کا دل چاہتا ہے وہ قرآن و حدیث اور تعلیماتِ اسلاف سے ہٹ کر اپنی الگ ہی تعریف گھڑ کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ہر گمراہ فرقہ اپنے فرقے کو صراط مستقیم پر ثابت کرتے ہوئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر صحیح عقائد و نظریات کو باطل ثابت کرتا ہے۔ جب صحیح عقائد والے ان فتنوں کا جواب دیں اور لوگوں کے سامنے گمراہوں کے عقائد پیش کریں تو لوگ اسے فرقہ واریت کہتے ہیں۔ جس طرح عوام میں حق و باطل کی تمیز ختم ہوتی جارہی ہے، صحیح عقائد کی وضاحت کو فرقہ واریت کہا جارہا ہے مستقبل میں یہ نظریہ مزید عام ہو گا اور فرقہ واریت کے عام ہونے کے سبب عوام دین سے مزید دور ہو گی۔

☆ **دینی طبقہ کا کردار:** دہریت کے فروغ میں دینی طبقہ کا بھی کسی حد تک ہاتھ ہے۔ صحیح علماء و پیران عظام ہمیشہ رہے ہیں اور رہیں گے لیکن فی زمانہ اور مستقبل میں کئی جاہل جن کو آتا جاتا کچھ نہیں وہ بڑے عالم بن کر لوگوں کو غلط ملط مسئلے بیان کر کے گمراہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کئی جاہل پیروں کی کرتوتوں سے پیری مریدی کا عظیم شعبہ نہ صرف بدنام ہوا بلکہ بہت عوام تصوف و طریقت سے دور ہو گئی ہے۔ بعض مقررین کو پتہ ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، عوام کے اذہان کس قسم کے ہیں، ان کی کل کائنات ان کے وہ مقتدی ہیں جو ان کا خطاب سنتے اور ان کے ہاتھ چومتے ہیں، یہ مقتدی جو بات ان سے کہہ دیں بغیر تحقیق کیے ان باتوں کو مان لیتے ہیں اور جو شریر مقتدی کسی دوسرے عالم یا تحریک کے خلاف جھوٹ و بہتان باندھے فوراً اسے تسلیم کرتے ہوئے منبر پر بیٹھ کر عوام کو علماء و

دینی تحریکوں سے متنفر کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ اگر کوئی ان سے مسئلہ پوچھے تو ڈانٹ دیتے ہیں اور شیطان ایسے سائل کو قابو کر کے اسے دین و علماء سے دور کر دیتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کو کوئی اچھا ہی نہیں لگتا ان کا کام ہر کسی عالم پر تنقید کرنا ہوتا ہے، اپنے مقتدیوں کو ہر عالم کے خلاف باتیں کر کے پہلے ان سے بد ظن کرتے ہیں پھر جب ان کی بد عملی عوام میں کھلتی ہے تو دوسروں سے تو عوام پہلے کی بدگمان ہوتی ہے اس حضرت سے بھی بد ظن ہو کر دین سے دور ہوتی ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ شاگردوں کو مارنا، ان پر عدم شفقت کرنا ان کی عادت ہوتی ہے، کئی شاگرد استادوں کے اس طرح کے رویے سے بد ظن ہو کر دینی تعلیم چھوڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا دین دار طبقہ کو بھی سوچنا چاہیے کہ اس پر فتن دور میں ہمارا کردار کیسا ہونا چاہیے؟؟؟؟؟

...باب سوئم: اسلام اور دہریت کا تقابلی جائزہ...

مذہبِ اسلام خود ساختہ دین نہیں

اسلام میں دہریت کی علمی حوالے سے کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ اسلام ایک خود ساختہ دین نہیں جس کا رڈ سائنس یا فلسفے سے ہو جائے۔ یہ دین اس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہے جس نے انسان کو عقل و علم عطا فرمایا ہے، عقل و علم کو بارہا یہ احساس دلایا کہ وہ مخلوق ہے اور ان کے سامنے تخلیق کے اعلیٰ شاہکار کو رکھ کر یہ منوایا کہ کوئی خالق ہے جس نے انسانی جسم کے اندر اور جسم کے باہر کائنات کو بسایا ہے۔ لہٰذا مخلوق کا یہ کام نہیں کہ وہ اپنے علم کو حرف آخر سمجھتے ہوئے خالق کا انکار کر دے۔ سائنس دانوں اور فلسفیوں نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ عیسائیت کی طرح دین اسلام کو بھی اپنے علم و تحقیق کے ذریعے غلط ثابت کر دیں لیکن ہر مرتبہ ان کو یہ اعتراف کرنا پڑا اسلام کی حقانیت ہر جگہ ثابت ہے۔ اس اعتراف کئی سائنسدانوں نے زبان سے ادا کر کے کلمہ پڑھ لیا اور کئی اسلام کی تعریف کی حد تک محدود رہے اور دہریے سب کچھ جاننے کے باوجود گونگے بہرے ہو گئے۔

لبرازم، سیکولرازم، دہریت میں سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ یہ ان لوگوں کی ایجاد ہے جنہوں نے اپنی زندگی کے چند مزوں کی خاطر لوگوں کو جہنم کے ابدی عذاب کا حقدار بنا دیا ہے۔ فلاح و کامرانی اگر ہے تو فقط اسلام میں ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں دین ہو یا دنیا ہر شعبہ میں ایسی راہنمائی ہے جو کسی فرد کی ایجاد نہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کے نافذ کردہ احکام ہے جس پر عمل پیرا ہونے میں بنی انسان کی ترقی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جو بھی قانون اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی تعلیمات کے منافی ہے لوگوں نے اس قانون سے سوائے خسارے کے کچھ نہیں پایا۔ قوانین اسلام پر عمل پیرا ہو کر مسلم حکمرانوں نے مدینہ شہر سے نکلے ہوئے ایک دین کو دنیا کے گوشے گوشے میں عام کر دیا اور ترقی کے وہ زینے طے کیے کہ آج بھی لوگ اس تاریخ کو پڑھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔

جوں جوں نااہل حکمرانوں مغربیت کے دلدادہ مشہور شخصیات نے اسلام کے احکام کو پس پشت ڈالا اور مغربی تہذیب کو ترقی کا معیار سمجھ لیا تب سے ہم دن بدن پستگی میں چلے جا رہے ہیں اور بے شرمی کی انتہا یہ ہے کہ اس معاشرے کو پستگی کے طرف لے جانے والے یہ خود بے دین لیڈرز، اینکرز، سوشل ورکرز لوگ ہیں لیکن الٹا الزام مولویوں پر ڈال کر لوگوں کو مزید دین سے دور کر رہے ہیں۔

اب تو ایسا لگتا ہے کہ حکمرانوں اور میڈیا نے یہ ٹھان لی ہے کہ مذہب اور مذہبی شخصیات کو ایک کونے میں لگا کر سیاست اور معاشرے کو مذہب سے آزاد کرنا ہے۔ سیاسی امور میں مذہب کو ریاست سے الگ کرنے کو سیکولر ازم کہتے ہیں، سیکولر ریاست میں ایک فرد ریاستی قوانین کے سوا کسی دوسری چیز کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ نجی زندگی میں بالکل آزاد ہوتا ہے، لیکن استعمار اور سرمایہ دارانہ نظام کے اس دور میں بہت سی اصطلاحات اور الفاظ کو ان کے حقیقی معنوں سے عاری کر کے اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ لیکن اسلام اس آزادی کا قائل نہیں جس میں انسان کی اخلاقیات اور معاشرتی امن کی بربادی ہو جائے۔ اسلام دہریوں کی طرح چار دن کی زندگی کو انجوائے کرنے کا ذہن نہیں دیتا بلکہ اس مختصر سی زندگی میں اپنی اور معاشرے کی اصلاح کا درس دیتا ہے۔

آج الحادو سیکولرزم جو آزادی زندگی کے نام پر افکار تیزی کے ساتھ مسلم ممالک میں پھیل رہے ہیں یہ وہ افکار ہیں جنہوں نے پورے یورپ کو دینی، معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے تباہ کر دیا ہے۔ یورپ خود اس قسم کی آزادی سے تنگ ہے لیکن "کل جدید لذیذ" (ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے) کے تحت ہمارے بعض پڑھے لکھے تاریخ سے جاہل لوگ یورپین تہذیب کو پسند کرتے ہیں اور اس کے فروغ میں کوشاں ہیں لیکن جب یہ بڑھاپے میں جائیں گے اور ان کی اولاد ان کو اولڈ ہاوس میں پھینکے گی، جب یہ بیمار پڑے ہوں گی اور ان کو پانی پلانے والی اولاد جب کسی گوشے میں شراب کے نشے سے چور ہو گی اور ان کی اپنی اولاد ان کے مرنے کی تمنا کرے گی تاکہ ہمیں جائیداد ملے اس وقت ان کو اسلامی قدروں کا احساس ہو گا لیکن اس وقت انہوں نے نہ صرف اپنی ذات اور اولاد کا بیڑہ غرق کر دیا ہو گا بلکہ کثیر عوام ان کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر اپنا ستیاناس کر چکی ہو گی۔

اسلام ایک پاکیزہ دین ہے

اسلام ہمیں اسلامی انداز میں ایک پاکیزہ زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے اور ہم پر یہ عیاں کرتا ہے کہ جن ہستیوں نے اسلام کے بتائے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری آج دنیا ان اولیائے کرام کی عظمت کے گیت گاتی ہے۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو چھوڑ کر سیکولرازو دہریت کو عام کرنے میں ناکامی کے سوا کچھ نہیں۔ لہذا سیکولرزم سے متاثر ہو کر جس طرح اپنے کردار و عمل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کو "بنیاد پرستی" ٹھہرایا جاتا ہے، نبوی اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی کے لئے معیار بنانے کو دقیانوسی اور رجعت پسندی قرار دیا جاتا ہے، غاصب اور قابض قوتوں

کے خلاف جدوجہد کو دہشت گردی اور شدت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ وقت دور نہیں جب مسلمان دین سے اس قدر دور ہو جائیں گے کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوانا فضول کام سمجھیں گے پھر جب زندگی کے کسی موڑ پر چاہیں گے کہ کوئی ہمیں صحیح اسلامی حکم بیان کردے لیکن کوئی ملے گا نہیں اور اس حدیث پاک کی تصدیق ہوگی جس کی پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو سال قبل کی تھی چنانچہ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ''عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ، وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ، أَوْشَكَ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَخْتَصِمُ رَجُلَانِ فِي الْفَرِيضَةِ، فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا'' ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن سیکھو اور لوگوں کو اسکی تعلیم دو، فرائض کا علم سیکھو اور لوگوں کو اسکی تعلیم دو۔ مجھے شک ہوتا ہے کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دو آدمی فرائض میں جھگڑا کریں گے اور ان کو کوئی ایسا نہ ملے گا جو ان میں (قرآن و سنت کی روشنی میں) فیصلہ کروادے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب العین، من اسمہ علی، جلد4، صفحہ237، حدیث4075، دار الحرمین، القاھرۃ)

آج جس طرح امام مسجد کو اپنا غلام سمجھ لیا گیا ہے اور اس مہنگائی کے دور میں اس بیچارے کو چار پانچ ہزار روپے تنخواہ دے کر گویا لوگوں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ اپنے بچوں کو مولوی نہ بنانا کیونکہ اس شعبہ میں بچوں کا کوئی مستقبل نہیں اگرچہ لاکھوں روپے لگا کر MBA،C.A کرواکر سودی حساب کتاب والی نوکری کروادینا۔ اگر یہی حال رہا تو اب تو پھر بھی کوئی نہ کوئی تھوڑا بہت قرآن پڑھا ہوا مولوی مل جاتا ہے عنقریب ایسا ہوگا کہ اس طرح کا بھی نہیں ملے گا۔ پھر یہی لوگ جو آج مولویوں پر پھبتیاں کستے ہیں انہی کی اولاد نسلیں آپس میں باتیں کیا کریں گے کہ میرے دادا جان ایک حافظ قرآن کے پیچھے نماز باجماعت پڑھتے تھے اور ان کا جنازہ بھی ایک داڑھی والے مولوی نے پڑھایا تھا۔ پھر اس حدیث پاک کی تصدیق ہوگی جس کی پیشین گوئی آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ یوں کی تھی ''يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُومُونَ سَاعَةً، لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ ''ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ نماز کے لئے کھڑے ہونگے اور کوئی امام نہ ملے گا جو ان کی امامت کرے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، مایجب علی الامام، جلد1، صفحہ314، حدیث982، دار إحياء الكتب العربية، الحلبي)

دہریوں کی دوغلا پالیسی

آج الحادی سوچ میڈیا کے ذریعے ہمارے تک جس طرح پہنچ رہی ہے کہ اپنی زندگی جس طرح مرضی گزارو، ہر کسی کو جیسی مرضی بات کرنے کا حق ہے لیکن جب کوئی مولوی دین کی بات کرتا ہے تو اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کو بھی اپنی بات کرنے کی آزادی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ ایک سیکولر دین کے خلاف بولے تو آزادی اور ایک دیندار اس کے مقابل میں اللہ کا فرمان پیش کرے تو وہ شدت پسند !! آخر مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان امتیازات کیوں روا رکھے جاتے ہیں؟ مسلمانوں کو مذہبی امتیازات کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ اگر عیسائیت پر یقین رکھنے والا فرد گردن میں صلیب لٹکاتا ہے تو اس پر کوئی طعن نہیں، اس کے برعکس اگر اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی اسلامی شعائر کو اپناتا ہے تو کوئی دلیل یا ثبوت تو کجا! قرائن کے بغیر ہی اس کے خلاف الزامات کا طومار باندھ دیا جاتا ہے۔ مغربی ریاستوں کے اندر جو اپنے آپ کو سیکولر ازم کا علمبردار سمجھتی ہیں کسی بھی مذہب کا پیروکار اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل کر سکتا ہے، لیکن کسی مسلمان خاتون نے اگر سر پر سکارف اوڑھ لیا تو ریاستی مشینریوں اور ذرائعِ ابلاغ میں ایک طرح کا بھونچال آجاتا ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کے امتیازی سلوک برتنے کے باوجود، دوغلا پن کہیے یا سوچی سمجھی پالیسی کہ سیکولر ازم کی حامل ریاستوں کی لغت میں انتہا پسندی اور اسلام دونوں مترادف الفاظ سمجھے جاتے ہیں۔ تنگ نظری اور اسلامی فکر وعقائد یکساں باور کئے جاتے ہیں۔ انہیں دہشت گرد کا لفظ سنتے ہی دماغی سکرین پر مسلمان کا تصور جھلملانے لگتا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان خیالات کا حقیقت کے ساتھ سرے سے تعلق ہی نہیں۔

لیکن دہریوں کے پاس دین اسلام کے خلاف کوئی علمی دلیل نہیں سوائے زبردستی و جھوٹ کے جس کے ذریعے ایک مسلمان کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کو دقیہ نوسی سمجھا جاتا ہے۔ پڑھے لکھے، امیر طبقہ کے بعض لوگ مولویوں کو جاہل و حقیر سمجھتے ہیں اور ان سے تعلق رکھنے کو اپنی شان میں توہین جانتے ہیں۔ اب تو دین پر چلنا مسلمانوں کے لیے ایسا بنا دیا گیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ کوئلہ ہاتھ میں لینا دین پر چلنے سے آسان ہو گا چنانچہ مجمع الزوائد کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''يصبح الرجل مؤمنا ويمسى كافرا يبيع قوم دينهم بعرض من الدنيا قليل المتمسك بدينه كالقابض على الجمر''ترجمہ: صبح کو آدمی مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو گا، دنیا کے بدلے دین کو بیچے گا۔ کم لوگ دین کو اس طرح تھامے ہوں گے جیسے کوئلہ ہاتھ میں تھامے ہوتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب في أيام الصبر وفيمن يتمسك بدينه في الفتن، جلد7، صفحہ552، حدیث12214، دار الفکر، بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ''يأتي على الناس زمان يستخفي المؤمن فيهم كما يستخفي المنافق فيكم اليوم''ترجمہ: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ مومن اپنا ایمان ایسے چھپائے گا جیسے آج منافق چھپاتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الفتن، الفصل الثالث الفتن من الاکمال، جلد11، صفحہ77، حدیث31111، مؤسسة الرسالة، بیروت)

الحاد اور سیکس

دہریت اور سیکولرزم میں سب سے بڑی کشش سیکس ہے جس کی اسلام سختی سے مذمت کرتا ہے کیونکہ بے حیائی کئی اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ میڈیا نے چند سالوں میں بے حیائی کو اتنا فروغ دیا ہے کہ آج سے پندرہ بیس سال پرانے دور اور موجودہ دور میں زمین آسمان کا فرق آگیا ہے۔ اب تو رمضان اور علاوہ رمضان کے دین کے نام پر جو پروگرام ہوتے ہیں ان میں دین کم اور بے حیائی زیادہ ہوتی ہے۔ کوئی اشتہار ایسا نہیں جس میں بے پردہ عورت نہ ہو، فلمیں ڈراموں میں عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھنے کی اس طرح ترغیب دی جاتی ہے کہ جیسے اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر رہی سہی کسر میڈیا پر آنے والے ان سیاستدانوں اور این جی اوز کے سربراہان نے پوری کر دی کہ زنا بالرضا کو قانونا جائز کرنے پر زور دیا جارہا ہے۔ یہی سلسلہ چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ اسلامی ممالک میں بھی سرعام زنا ہو گا اور کوئی اسے بُرا نہ سمجھے گا اور نہ روکنے کی قدرت رکھتا ہو گا۔ اُس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کی تصدیق ہو گی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ ''المرأة نهارا جهارا تنكح وسط الطريق لا ينكر ذلك أحد ولا يغيره فيكون أمثلهم يومئذ الذي يقول: لو نحيتها عن الطريق قليلا فذاك فيهم مثل أبي بكر وعمر فيكم''ترجمہ: عورت دن دھاڑے سرعام سڑک کے درمیان زنا کروائے گی کوئی ایسا نہ ہو گا جو اسے منع کرے، جو صرف راستے سے تھوڑا ہٹنے کو کہے گا وہ ان میں ایسا (نیک) ہو گا جیسے (صحابہ میں) ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما ہیں۔

(کنز العمال، کتاب القیامة، الإکمال من أشراط الساعة الکبری، جلد14، صفحہ294، حدیث38588، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ہم جنسی بھی کوئی ایسی شے نہیں جس کے بارے میں کوئی پیشین گوئی نہ کی گئی ہو بلکہ آج یورپ میں جس کے جائز ہونے کے قوانین بن گئے ہیں اور اسلامی ممالک میں اس کی کوششیں جاری ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے اس کی پیشین گوئی فرمادی تھی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان رجال لهم أرحام منکوسة ، ینکحون کما تنکح النساء ، فاقتلوا الفاعل والمفعول به'' ترجمہ: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں مردوں کے لئے ہیجڑے ہوں گے وہ ان سے نکاح کریں گے جیسے عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے پس جس نے نکاح کیا اور جس سے نکاح ہوا دونوں کو قتل کردو۔ (ابو محمد الدوری، ذم اللواط، جلد2، صفحہ159)

سیاست کو دین سے الگ کرنا

سیکولر لوگوں کی دین کے خلاف ایک بڑی کوشش شروع سے یہ رہی ہے کہ دین کو سیاست سے الگ کردیا جائے۔ لہٰذا پاکستانی قوم کو سیکولر اور مذہبی حصوں میں تقسیم کرنے کی جدوجہد کی جارہی ہے۔ قوم کو سبز باغ دکھا کر یہ بات بڑے تواتر کے ساتھ دہرائی جارہی ہے کہ جب تک مذہب کو سیاست سے الگ کرکے ''چنگیزیت'' نافذ نہیں کی جاتی، اس وقت تک ترقی ناممکن ہے۔ بدقسمتی سے مغربی تقلید پر کمربستہ ہمارے بعض دانشور حضرات ہر اس چیز کو من وعن لینا چاہتے ہیں جسے مغرب نے کسی بھی مرحلہ پر اختیار کیا ہو۔ پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم ان خوبیوں کو حاصل کرنے پر اتنا زور نہیں دیتے جن کے ذریعے مغرب نے ترقی کی بلکہ ہماری توجہ ان برائیوں اور معاشرتی کمزوریوں پر مرکوز ہوتی ہے جن کی وجہ سے مغربی معاشرہ روبہ زوال ہے، جس کا وہ بارہا خود بھی اعتراف کرچکے ہیں۔ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی سوچ اور معاشرتی اقدار کو ان کی غلامی سے آزاد کریں؟ جہاں تک وطنِ عزیز میں ترقی کی راہ میں مذہب کا حائل ہونا ہے تو مذکورہ بالا فکر کے حامل حضرات کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں دے سکتے کہ جس میں حکومت نے عوامی بہبود وفلاح کے لئے کوئی منصوبہ شروع کیا ہو اور اسے مذہبی حلقوں نے اس بنا پر رد کیا ہو کہ یہ اسلام کے خلاف ہے یا اسلامی احکام اس کی راہ میں حائل ہیں۔

اسلام اور عیسائیت میں فرق

دراصل یہ غلط فہمی کہ "ہمارے ہاں مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے" اس پس منظر کو نظر انداز کرنے سے ہوئی ہے جس پس منظر میں مغربی سیکولر انقلاب پروان چڑھا تھا جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ پادریوں کے ظلم اورعیسائی مذہب کے غلط عقائدو نظریات سے تنگ آکر دہریت کو فروغ ملا۔جبکہ قرون وسطی (Medieval) کے جابر چرچ کی اسلام جیسے عادلانہ اور رحمدل مذہب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اسلام اوراس وقت کے چرچ کا موازنہ کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ چرچ کے مظالم کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھانے والا اسلام ہی ہے چنانچہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (سورۃالتوبہ، سورۃ9، آیت34)

لہٰذا جو مذہب یورپی قرونِ مظلمہ (dark ages) کی خود یورپی باشندوں سے بھی ایک ہزار سال پہلے مذمت کرے اسے انہیں قرونِ مظلمہ جیسا قرار دینا سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اسلام تو ترقی اور خوشحالی کا پیامبر ہے جدید ٹیکنالوجی کی مخالفت تو دور کی بات ہے وہ تو اس کی ہمت افزائی کرتے ہوئے نوید سناتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے فرماتا ہے﴿وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

(سورۃالنحل، سورۃ16، آیت8)

الغرض کسی طور پر بھی یہ درست نہیں کہ ہمارے ہاں مذہب کو سیاست سے اسلئے دور رکھا جائے کہ وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

سیکولر و بے دین حکومتوں کی تاریخ

کئی جاہل نام نہاد مسلمان سیاستدانوں کا یہ بیان آیا کہ اگر پاکستان سیکولر ہو جائے تو دنیا میں اس کا وقار بلند ہو سکتا ہے۔ یہ ایک سوال ہے کہ کیا واقعتاً اگر ہم سیکولر ہو جائیں تو دنیا میں ہمارا وقار بلند ہو سکتا ہے؟ لیکن ہر دعویٰ

اپنی شہادتیں طلب کرتا ہے۔ البتہ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ مارشل ٹیٹو کے سابق یوگوسلاویہ میں رہنے والے بوسنیا وہرزیگووینا کے مسلمان سیکولر تھے اور اتنے سیکولر کہ انہوں نے اپنے مسلم ناموں تک کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کے جواب میں عالمی برادری نے انہیں کتنا وقار فراہم کیا؟ یوگوسلاویہ ٹوٹا تو بوسنیا ہرزیگوینا کی سیکولر مسلمانوں کے لیے آزادی کا امکان پیدا ہوا مگر امریکہ اور پورے یورپ نے کہا کہ ارے یہ مسلمان سیکولر تھوڑی ہیں یہ تو صرف مسلمان ہیں چنانچہ انہوں نے سربوں اور کروشیائی باشندوں کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا اور انہوں نے ساڑھے تین سال کی جنگ میں دو سے ڈھائی لاکھ بوسنیائی مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ سربوں نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو قتل کیا کہ تم نہیں تو کیا تمہارے آباواجداد تو مسلمان تھے۔ آپ کو معلوم ہے، بوسنیا میں ہونے والے اکثر حملوں کی سب سے بڑی اور تلخ حقیقت کیا تھی؟ یہ کہ ان میں سے اکثر حملے پڑوسیوں نے کیے۔ ان پڑوسیوں نے جو چالیس اور پچاس سال سے مسلمانوں کے پڑوسی تھے۔

سوال یہ ہے کہ اس تجربے سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کیا یہ کہ سیکولرزم نے مسلمانوں کا وقار عالمی برادری میں بہت بلند کر دیا۔ یہ تو ایک قوم کی مثال ہوئی۔ دوسری مثال ایک راہنما یعنی یاسر عرفات کی ہے۔ یاسر عرفات بنیاد پرست نہیں تھے۔ وہ اپنی نہاد میں ایک قوم پرست اور سیکولر راہنما تھے مگر مغرب ان کو دہشت گرد کہتا تھا۔ اسرائیل ان کے خون کا پیاسا تھا۔ یاسر عرفات بالآخر مغرب اور اسرائیل کے ایجنڈے کے تحت وضع کیے گئے امن سمجھوتے پر بھی آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے اس سمجھوتے پر دستخط بھی کر دیے مگر اسرائیل نے اس سیکولر راہنما کے ساتھ طے پانے والے سمجھوتے کی ایک شق پر بھی عمل درآمد کر کے نہ دیا۔ اسرائیل نے یاسر عرفات کو بالآخر ان کے دفتر میں محصور کر دیا اور تقریباً تین سال تک محصور رکھا۔ یاسر عرفات اس دفتر سے نکل کر فرانس پہنچے تو چند ہی روز میں ان کا نہایت پر اسرار حالات میں انتقال ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ یاسر عرفات کا سیکولرازم ان کے اور خود ان کی قوم کے کتنا کام آیا؟

تیسری مثال ترکی کی ہے۔ پاکستان تو اسلامی جمہوریہ ہے مگر ترکی تو آئینی اعتبار سے سیکولر ہے اور دو چار سال سے نہیں 80 سال سے سیکولر ہے مگر اس کے باوجود ترکی چالیس برس سے یورپی اتحاد کے دروازے پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مجھے اندر آنے دو اور ترکی سے کہا جا رہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو۔ سوال یہ ہے کہ ترکی کے سیکولر حال اور

سیکولر ماضی نے عالمی برادری میں ترکی کے وقار کو کتنا بلند کر دیا ہے اور ترکی کا سیکولر ازم اس کے کتنے کام آرہا ہے؟ خود پاکستان کی تاریخ سیکولر سیاسی لیڈروں کی تاریخ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان لیڈروں نے عالمی برادری میں پاکستان کے وقار کو کتنا بلند کیا ہے؟ اس کی کوئی ایک مثال، صرف ایک مثال؟ ستر سال کے سیکولرزم کو اتنا غریب تو نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ایک مثال بھی پیش نہ کر سکے۔ اور یہ صرف پاکستان کا معاملہ نہیں۔ مسلم دنیا گزشتہ ستر سال سے سیکولر دنیا ہی ہے۔ چنانچہ اس دنیا میں اگر غربت ہے تو اس کا ذمہ دار سیکولرازم اور اس کے علمبردار ہیں۔ اس دنیا میں اگر ناخواندگی ہے تو اس کے ذمہ دار بھی بنیاد پرست نہیں ہیں۔ اس دنیا میں اگر بدعنوانی ہے تو یہ بدعنوانی بھی ملاؤں نے نہیں کی ہے۔ اس دنیا میں اگر لاقانونیت ہے تو اس کے ذمہ دار بھی مذہبی عناصر نہیں ہیں اس لیے کہ گزشتہ ستر برسوں میں کہیں بھی مذہبی عناصر اقتدار میں نہیں رہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو مسلمانوں کی ضرورت سیکولرازم نہیں مذہب ہے۔ سیکولرازم مسلم دنیا میں گندا انڈا ثابت ہو چکا۔ اس سے کچھ برآمد ہونا ہوتا تو اس کے لیے پچاس سال بہت تھے مگر ہم نے دیکھ لیا کہ اس سے کچھ برآمد نہیں ہوا چنانچہ اب سیکولرازم کی حمایت مسلمانوں اور ان کے معاشروں سے بدترین زیادتی ہے۔

دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اس تاریخ میں جہاں کہیں کسی نے عزت و توقیر حاصل کی ہے، اپنی انفرادیت پر اصرار کر کے کی۔ ہم نے اپنی جداگانہ شناخت پر اصرار کیا تو پاکستان بنا اگر ہم متحدہ قومیت کے قائل رہتے تو پاکستان وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کشش کا اصول مختلف ہوتا ہے یکساں نہیں۔ اول تو مسلمان سیکولر ہو ہی نہیں سکتے اور اگر ہو بھی جائیں تو صرف نقال بن کر رہ جانا ہی ان کا مقدر ہو گا۔ ظاہر ہے کہ ہماری تاریخ میں تو سیکولرازم کی کوئی مثال نہیں چنانچہ ہمیں یورپی تاریخ میں سیکولرازم کے سبب ہونے والی بربادی کو یاد رکھنا ہو گا۔

...باب چہارم: دہریوں کے اعتراضات کے جوابات...

اعتراض: ایک انسان کو زندگی گزارنے کے لیے مذہب کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اپنی زندگی جس طرح مرضی گزارے۔

جواب: دہریوں کا ایک بنیادی نظریہ ہے کہ مذہب کی زندگی گزارنے کے لیے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنی زندگی جیسے مرضی گزارے، زبان سے جو مرضی کہے، اپنے جسم کو جہاں مرضی استعمال کرے یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ راقم الحروف مذہب کی انسانی زندگی میں ضرورت کو درج ذیل نکات سے ثابت کرتا ہے:

مذہب ایک عقلی ضرورت ہے: عقل انسان کی زندگی میں راہنمائی تو ضرور کرتی ہے مگر مذہب کی جگہ کبھی بھی نہیں لے سکتی۔ اگر ہم مذہب کی نفی کریں تو ایسا ہی ہے جیسے ہم عقل کی نفی کر رہے ہیں اور عقل کو ملامت کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی بات کو تسلیم کرنے کے لیے عقل کو کسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور عقل کسی بھی ایسی بات کو نہیں مانتی جس کے پیچھے کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ اگر پتھر کو آسمان کی طرف پھینکا جائے تو اس کو پھینکنے کے لیے ایک قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر وہی پتھر فضا میں معلق ہو جائے تو اسے ہوا میں ساکت کرنے کے لیے بھی ایک قوّت کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے ہوا میں روکے رکھے۔ عقل کہتی ہے کہ اوقیانوس میں حرکت کرنے کے لیے قطب نما کی ضرورت ہوتی ہے وگرنہ ساحل تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ انسان کو پہلے اور بعد میں آنے والے جہان کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور تجرباتی آگاہی اس بات کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ عقل کہتی ہے کہ انسان کو قانون کی ضرورت ہوتی ہے اور انسان کے درست کردہ قوانین انسانوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل لے آتے ہیں۔

اپنی طاقت کے بل بوتے پر کوئی نظام تشکیل دے لینا، دوسروں کی حق تلفی، کمزوروں پر ظلم، اپنی طاقت کا غلط استعمال ایسی خرابیاں ہیں جن میں انسان اپنے ذاتی فوائد کو مدنظر رکھتا ہے اور انسان علم اور تجربے کی بنیاد پر ایسے مسائل کو حل نہیں کر سکتا ہے۔ عقل اور تجربات کی بنیاد پر قائم کیے جانے والے اصول و قوائد میں بہت سی خامیاں رہ سکتی ہیں جن کے خطرناک اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ عقل ہمیں ایک خاص حد تک رہنمائی کر سکتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہم تھوڑی بہت بدی اور خوبی میں تمیز کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے

کہ جو کچھ بھی عقل سمجھ پاتی ہے ان کی بنیاد تجربات کی بناپر ہوتی ہے اور جو چیزیں تجرباتی نہیں انہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ عقل کا دائرہ کار محدود ہے اور ہر چیز کو سمجھنا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی ہے اور ایک حد سے آگے یہ کام کرنا چھوڑ جاتی ہے۔

دنیا اور آخرت کے بارے میں عقل کچھ بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اور انسان کے لیے ہر لحاظ سے مکمل قوانین نہیں بنا سکتی ہے۔ اس لیے یہ بس مذہب کا ہی کام ہے جو ان تمام کو تاہیوں کو دور کرتا ہے اور انسان کے لیے ایک جامع نظم و نسق تشکیل دیتا ہے جس سے ایک صحیح معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے۔ مذہبی قوانین کی حکمتیں زندگی کے کئی موڑ پر کھلتی ہیں جب انسان کا ان کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے۔ ورنہ جو قوانین انسانوں نے بنائے عقل نے کئی مرتبہ ان پر عمل کر کے ٹھوکریں کھائیں اور بالآخر قانون تبدیل کرنے پر عقل ہی نے زور دیا۔

معاشرتی بدامنی پر قابو پانے کے لیے مذہب کی ضرورت: ایک اچھے معاشرہ کو درج ذیل برائیاں بگاڑ دیتی ہیں: جھوٹ، شراب، جوا، زنا، دھوکہ، حبس بے جا، بہتان، ملاوٹ، شور، گندگی، بلا اجازت مداخلت، شر پسندی، غداری، سود، بے جا ٹیکس، ذخیرہ اندوزی وغیرہ اگر ہر کوئی دہریوں کے اس نظریہ پر عمل کرے کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں تو جو معاشرہ پہلے ہی قتل و غارت، جھوٹ و دھوکہ وغیرہ کا شکار ہے اس میں ننانوے گنا اضافہ ہو جائے کیونکہ لوگ شرعی احکام کے پیش نظر اخلاقی اور معاشرتی برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر گناہوں پر گرفت کا نظریہ نہ ہو تو جس کا بس چلے وہ دوسرے کو قتل کر دے، جھوٹ و دھوکہ عام ہو جائے۔ ایک عام انسان بھی غیر اخلاقی حرکت کر کے تنہائی میں یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ ایک گناہ ہے جس پر میری اگلے جہان گرفت ہو سکتی ہے، اب وہ اس سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ بچنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر کوئی اپنی توبہ پر قائم رہ سکے اس سے کچھ عرصہ بعد پھر وہی گناہ ہو جاتا ہے اور وہ پھر توبہ کرتا ہے، الغرض یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے لیکن اگر اسے مذہب کا خوف نہ ہوتا تو وہ جو غیر اخلاقی عمل سال میں سو مرتبہ کرتا ہے وہ ہزار مرتبہ کرے گا یوں انسانی اخلاق ختم ہوتے جائیں گے اور معاشرہ دن بدن بدامنی کا شکار ہوتا جائے گا۔

حیرت ہے مذہب کا انکار کرنے والے دہریوں پر کہ جب اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے قرآن و حدیث کی بات آتی ہے اور اس معاشرتی جرائم پر شرعی حدود کا ذکر ہوتا ہے تو یہ اسلامی سزاؤں کے خلاف

بولنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر جب یہ عملی زندگی میں روڈ پہ کھڑے ہوئے سرخ بتی پہ رک جانے کو اپنی ذمہ داری گردانتے ہیں دوسروں کو اس پہ کاربند نہ پا کر سرزنش کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور چالان پہ مسرت کرتے ہیں تو اس کھلے تضاد پہ حیرت ہوتی ہے کہ مذہب اگر کوئی سزا دے تو ظلم کیوں ہوتا ہے؟

اگر کسی دہریہ کے باپ کو دوسرا دہریہ قتل کر کے کہے میری زندگی ہے میں جیسے چاہوں گزاروں جس کو چاہوں گالی دوں، جس کو چاہوں قتل کروں، تم اگر مجھ قتل کر سکتے ہو تو قتل کر لو۔ اب دہریہ اس قاتل کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا غریب ہے تو بتائیں دہریہ کیا اپنا ایجاد کردہ نظریہ آزادی پر خوش ہو گا کہ آج اس کا عملی نمونہ میں نے دیکھ لیا؟ یقیناً نہیں ہو گا اور وہ چاہے گا کہ ایک قانون ہو جس کے سہارے میں اس قاتل کو سزا دلوا سکوں۔ لہٰذا وہ کورٹ جائے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کورٹ اس کے باپ کے قاتل کو پھانسی دے دے کیونکہ امیر لوگ جس طرح قانون سے کھیلتے ہیں یہ سب کو پتہ ہے، بالفرض کورٹ نے اس قاتل دہریہ کو سزائے موت دے دی تو دوسرا دہریہ بہت خوش ہو گا، یہی سزا جب اسلامی قانون دے تو اس دہریے کو کیوں موت پڑ جاتی ہے۔ اسی دہریے کو اگر کسی نے گالیاں دی ہوں اور کورٹ گالیاں دینے والوں کو سزا دے دے تو دہریہ خوش ہو گا لیکن اگر اسلامی قانون گستاخ رسول کو سزا دے تو ان دہریوں کو کیوں تکلیف ہوتی ہے؟؟؟؟؟

مذہب انسانی سکون کے لیے بے حد ضروری ہے: یونہی انسان اپنے روحانی سکون کے لیے بدنی عبادت کے علاوہ کئی افعال کرتا ہے جیسے کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کر دینا، کوئی اسپتال بنا دینا وغیرہ۔ یہ سب وہ اس وجہ سے کرتا ہے کہ اسے آخرت میں اس کا اجر ملے ورنہ اگر مذہب کا کوئی عمل دخل نہ ہو تو انسان کسی دوسرے کے لیے سوچے ہی نہیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی طور پر فلاحی انسانیت کے لیے جس نے بھی اسپتال اور دیگر شعبہ جات بنائے وہ کسی نہ کسی مذہب سے ضرور وابستہ ہیں ورنہ لبرل لوگ اور پاکستان کے دیسی لبرل تو چھوٹی چھوٹی تنظیمیں بنا کر باہر کے ملک سے پیسے بٹورنے پر لگے ہیں۔ آپ اپنی یادداشت پر ضرور ڈالیں اور غور کریں کہ پاکستان کے کئی سیکولر اینکرز کروڑ پتی ہیں جن کا کام ہے میڈیا پر دین اسلام اور مولویوں کے خلاف بولنا ہے انہوں نے فلاح انسانیت کے لیے کون سے ادارے بنائے ہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ سیکولر اور دہریوں نے بھی خود کو شیطانی سکون دینے کے لیے دین اسلام کے خلاف بولنے کو اپنا مشغلہ بنایا ہوا ہے۔ جتنی کوشش وہ اسلام کے خلاف گھسے پٹے اعتراضات اکٹھا

کرنے پر صرف کرتے ہیں اگر اتنی کوشش انہوں نے اسلام کے حق میں بولنے کے لیے کی ہوتی تو یہ ملحد اور سیکولر نہ ہوتے۔

دکھ و تکلیف کے لیے مذہب آخری سہارا ہے: مذہب کی زندگی میں ایک ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب وہ دکھ تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، جب اسے اولاد کی حاجت ہوتی ہے، جب وہ بیمار ہوتا ہے اور ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کروا کر تھک جاتا ہے، جب اسے اپنی تمنائیں پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو وہ ایک ہستی کی بارگاہ میں دعا کر کے اپنے دل کو تسلی دیتا ہے اور اسے سکون نصیب ہوتا ہے۔ اگر یہ تسلی بھی انسانی زندگی سے نکل جائے تو انسان بالکل ناامید ہو جائے اور ناامید انسان اپنی ذات اور معاشرے کے بہتری کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہ مذہب ہی ہے جو خودکشی سے روکے ہوئے ہے ورنہ ہر تیسرا چوتھا بندہ حالات سے تنگ آکر یا تو خودکشی کرے یا قتل وغارت وڈاکے ڈالے۔

لٰہذا زندگی میں انسان کے احساسات اور صاحب نظر افراد کی تحقیقات کی بنیاد پر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مذہب انسان کی زندگی میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی زندگی کے لیے ایک حقیقت اور ایسی چیز ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ انسان کو عقل یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ حیوانی زندگی سے نکل کر ایک مہذب معاشرے اور پر امن زندگی کے حصول کے لیے اسے کسی چیز کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ سہارا زندگی کے پیچیدہ راستوں پر مذہب کی صورت میں شمع بن کر اس کی رہنمائی کرتا ہے اور کامیاب، مہذب اور پر سکون زندگی گزارنے میں اس کا معاون بنتا ہے۔

جس کا کوئی مذہب نہ ہو اس کی زندگی بے معنی سی ہوتی ہے جبکہ جو مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں ان کی زندگی کا کوئی مقصد اور مفہوم ہوتا ہے۔ مذہب کے راستے پر چلتے ہوئے جب انسان خود شناسی کی منازل طے کرتا ہے تو وہ اپنے رب کو تلاش کر لیتا ہے۔

اعتراض: ۲۱ ویں صدی ایک سائنسی دنیا ہے، جس میں بغیر دلیل کسی بات کو نہیں مانا جائے گا ورنہ زمانہ جاہلیت اور جدید دور میں کیا فرق رہ جائے گا، اگر خدا ہے تو وجود باری تعالی یعنی ہستی صانع عالم کے دلائل عقلیہ سے ثابت کریں۔

جواب: زمانہ جاہلیت میں اتنی جہالت نہ تھی جتنی ان دہریوں کی جدید افکار میں دیکھی جاتی ہے۔ کفار بھی

خدا کو مانتے تھے اگرچہ نبی کا انکار کر کے اللہ عزوجل کے نافرمان ٹھہرتے تھے۔ جہاں تک اللہ عزوجل کے وجود کو ثابت کرنا ہے تو اس پر علمائے کرام نے کثیر عقلی و نقلی دلائل زمانہ ماضی میں بھی دیے ہیں اور الحمد للہ عزوجل موجودہ دور میں بھی دے رہے ہیں۔ ایک آرٹیکل اس پر ملاحظہ ہو:

پہلی دلیل۔ دلیل صنعت: تمام عقلاء اس بات پر متفق ہیں کے صنعت سے صانع (بنانے والا) کی خبر ملتی ہے مصنوع (جس کو بنایا گیا) اور صنعت (factory) کو دیکھ کر عقل مجبور ہوتی ہے کہ صانع کا اقرار کرے اور دہریے (atheist) اور لا مذہب لوگ بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ فعل کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔ پس جبکہ ایک بلند عمارت اور ایک بڑا قلعہ اور اونچے مینار کو اور ایک دریا کے پل کو دیکھ کر عقل یہ یقین کر لیتی ہے کہ اس عمارت کا بنانے والا کوئی ضرور ہے اور اس منار اور پل کا بنانے والا کوئی بڑا ہی ماہر انجینئر ہے تو کیا آسمان اور زمین کی اعلیٰ ترین عمارت اور اسکی عجیب و غریب صنعت اور اسکی باقائدگی اور حسن ترتیب کو دیکھ کر ایک اعلیٰ ترین صانع کا کیوں اقرار نہیں کیا جاتا؟

ایک تخت کو دیکھتے ہی یہ یقین آجاتا ہے کہ کسی کاریگر نے اس ہئیت اور وضع سے اس کو بنایا ہے کیونکہ تخت کا خود بخود تیّار ہو جانا اور خاص ترتیب کے ساتھ لوہے کی کیلوں کا اس میں جڑ جانا محال ہے کسی درخت کے تختوں اور لوہے کی کیلوں میں یہ قدرت نہیں کہ اس ترتیب سے خود بخود جڑ جائیں۔

ایک دہریہ اور سائنس دان ایک معمولی گھڑی اور گھنٹہ کو دیکھ کر یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ کسی بڑے ہی ماہر کی ایجاد ہے کے جو قوائد ہندسہ (digits) اور کل سازی کے اصول سے پورا واقف ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کے ضرور بالضرور اس گھڑی کا کوئی بنانے والا ہے کہ جس نے عجیب انداز سے اسکے پرزوں کو مراتب کیا ہے اور جس کے ذریعہ اوقات کا بخوبی پتہ چلتا ہے حالانکہ وہ یہ امر بخوبی جانتا ہے کہ دنیا کی گھڑیاں اور گھنٹے وقت بتلانے میں بسا اوقات غلطی کرتے ہیں مگر چاند سورج جو کبھی طلوع اور غروب میں غلطی نہیں کرتے اور جنکے ذریعہ سارے عالم کا نظام حیات اور نظام اوقات چل رہا ہے، یہ دہریہ چاند اور سورج کے صانع کا اقرار نہیں کرتا اگر اس موقعہ پر کوئی یہ کہنے لگے کہ اس گھڑی کو ایک ایسے شخص نے بنایا ہے جو اندھا اور بہرا اور گونگا ہے اور نا سمجھ اور بے خبر اور علم ہندسہ سے بے بہرہ اور کل سازی کے اصول سے ناواقف ہے تو کیا یہی فلسفی اور سائنسدان اس کہنے والے کو پرلے درجہ کا احمق

نہ بتلائے گا؟ غرض یہ کہ جہاں صنعت اور کاریگری پائی جائیگی صانع کا تصور اور اقرار ضرور کرنا پڑے گا۔

بلکہ صنعت کو دیکھ کر صرف صانع کا یقین ہی نہیں ہوتا بلکہ اجمالی طور پر صانع کا مرتبہ بھی معلوم ہو جاتا ہے پس کیا آسمان و زمین کی اعلیٰ ترین صنعت کو دیکھ کر ہم کو یہ یقین نہیں ہو گا کہ اس کا صانع بھی بڑا ہی اعلیٰ اور ارفع اور اعظم اور اجل اور عقل سے بالا اور برتر ہے کہ جس کے صنائع اور بدائع کے سمجھنے سے عقلاء عالم کی عقلیں قاصر اور عاجز ہیں۔

یہ منکرین خدا جب بازار میں بوٹ جوتا خریدنے جاتے ہیں تو دکاندار سے پوچھتے ہیں کے یہ بوٹ کس کارخانہ کا بنا ہے تو وہ اگر جواب میں یہ کہے کہ یہ بوٹ کسی کارخانہ میں نہیں بنا ہے بلکہ یہ بوٹ خود مادہ اور ایتھر کی حرکت سے آپ کے پیر کے مطابق تیار ہو گیا ہے اور خود بخود حرکت کر کے میری اس دکان پر آگیا ہے تو منکر خدا صاحب دکاندار کے اس جواب کے متعلق کیا کہیں گے، غور کر لیں اور بتلائیں کہ کیا سمجھ میں آیا اور اپنے اوپر منطبق کریں۔

اثبات صانع کی دوسری دلیل۔ وجود بعد العدم: ہر ذی عقل کو یہ بات معلوم ہے کہ میں ایک وقت میں معدوم (ناپید، فنا کیا گیا) تھا اور ایک طویل و عریض عدم (نیستی۔ نہ ہونا۔ ناپیدی) کے بعد موجود ہوا ہوں اور جو چیز عدم کے بعد وجود میں آئے اس کے واسطے کوئی پیدا کرنے والا اور اس کو عدم سے وجود میں لانے والا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہے کہ میرا خالق نہ میرا نفس ہے اور نہ میرے ماں باپ اور نہ میرے جنس، اس لئے کہ وہ سب میری طرح عاجز ہیں کسی میں ایک ناخن اور بال پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں اور نہ آسمان اور زمین اور نہ یہ عناصر اور نہ کواکب اور نہ یہ فصول میرے خالق ہیں، اس لئے کہ یہ چیزیں بے شعور اور بے ادراک (بے عقل) ہیں اور ہر وقت متغیر (بدلتی) اور متبدل ہوتی رہتی ہیں ان میں یہ صلاحیت کہاں کہ ایک ذی علم اور ذی فہم انسان کو پیدا کر سکیں، پس معلوم ہوا کہ میرا خالق کوئی ایسی چیز ہے کہ جو لاچارگی اور حدوث اور تغیر و تبدل اور عیب اور نقصان سے پاک ہے وہی ہمارا خدا اور معبود ہے۔

اثبات صانع کی تیسری دلیل۔ تغیراتِ عالم: موجودات عالم پر ایک نظر ڈالیے ہر ایک چھوٹی اور بڑی چیز حیوانات یا نباتات یا جمادات مفردات یا مرکبات جس پر نظر ڈالیے ہر لحہ اس میں تغیر و تبدل ہے اور کون و فساد اور موت و حیات کا ایک عظیم انقلاب برپا ہے جو باآواز بلند پکار رہا ہے کہ یہ تمام متغیر ہونے والی (بدلنے والی) چیزیں

حادث ہیں اپنی ذات سے کوئی بھی قدیم نہیں۔ کسی عظیم ترین ہستی کے زیرِ فرمان ہیں کہ وہ جس طرح چاہتا ہے ان کہ پلٹیں دیتا رہتا ہے اور طرح طرح سے ان کو چلاتا رہتا ہے اور زیر وزبر کرتا ہے پس جس ذات بابرکت کے ہاتھ میں ان تغیرات اور انقلابات کی باگ ہے وہی ان سب کا خالق و موجد ہے۔

منکیرین خدا یہ کہتے ہیں کہ عالم کے یہ تغیرات اور تبدلات محض قانون طبعی اور قانون فطری کے تحت چل رہے ہیں، اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ قانون طبعی اور قانون فطری صرف ایک آلہ ہے جو کسی با اختیار ہستی کا محتاج ہے اس ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں جو اس آلہ کا محرک ہے اور وہی اس آلہ کا خالق بھی ہے، وہی اپنے اختیار سے اس عجیب و غریب نظام کو چلا رہا ہے، محض آلہ کو کاریگر سمجھ لینا اور یہ گمان کرلینا کہ اس آلہ اور بسولہ (لکڑی چھیلنے کا آلہ) ہی نے تخت اور الماریاں تیار کر دی ہیں یہ ایک خیال خام ہے اور جو شخص یہ گمان کرے کہ بغیر کاریگر کے محض آلہ کی فطری اور طبعی حرکت سے یہ الماری تیار ہو گئی ہے تو وہ بلاشبہ دیوانہ ہے۔

اثبات صانع کی چوتھی دلیل-امکانِ اشیاء: واجب الوجود کی ہستی کی ایک دلیل یہ ہے کہ عالم میں جس قدر اشیاء موجود ہیں وہ سب کی ممکنات ہیں یعنی ان کا ہونا اور نہ ہونا وجود اور عدم ہستی اور نیستی دونوں برابر کے درجہ میں ہیں نہ انکا وجود ضروری ہے اور نہ ان کا عدم ضروری ہے اور جو چیز بذاتہ (خود سے) ممکن الوجود ہو یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے اسکی ہستی اور نیستی برابر ہو اس کے وجود اور ہستی کے لئے عقلاً کسی مرجح (افضل) اور موجد (بانی) کا وجود ضروری ہے کیوں کہ کوئی چیز خود بخود یا محض اتفاق وقت سے بلا سبب عدم سے نکل کر وجود میں نہیں آسکتی جب تک اس کے وجود کے لئے کوئی سبب اور موجد نہ ہو کہ جو اس کو ترجیح دیکر اس کو عدم سے نکال کر وجود میں لائے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو بالبداہت محال ہے اور ہر ذی ہوش کے نزدیک ظاہر البطلان ہے کیوں کہ ممکن اپنی ذات اور ماہیت (کیفیت) کے لحاظ سے نہ موجود ہے اور نہ معدوم۔ وجود اور عدم دونوں اس کے حق میں یکساں ہیں پس ضرورت اس کی ہے کہ کوئی ذات ایسی ہو کہ جو اس کو عدم ازلی (ہمیشہ کی نیستی / نہ ہونے) کے پنجرے سے نکال کر وجود کے دلفریب میدان میں لے آئے پس جس ذات نے اس عالم امکانی کو عدم سے نکال کر وجود کا خلعت (پوشاک) پہنایا اور اس کے وجود کو اس کے عدم پر ترجیح دی وہی ذات واجب الوجود ہے جس کو اہل اسلام خدا کی ہستی سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ بارونق جو ہے ہستی کا گلزار:: عدم سے کر دیا اس نے نمودار

اور واجب الوجود وہ ہے کہ جس کا وجود ضروری ہو اور ممکنات کے قبیل سے نہ ہو ورنہ، خفتہ را خفتہ کے کند بیدار (خفتہ سویا ہوا، کند سست کاہل) کی مثل صادق ہو گی کیوں کہ اگر وہ خود ممکن ہو گا تو اس کا وجود اور عدم اس کے حق میں یکساں ہو گا تو وہ دوسری چیز کے لئے وہ کیوں کر علت اور مرجح (افضل) بن سکے گا۔ پس جو واجب الوجود اور خود بخود موجود ہو اور دوسرے کے لئے واجب الوجود ہو اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔ خدا کو خدا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے۔

اثبات صانع کی پانچویں دلیل-فناء وزوال: عالم کی جس چیز کو بھی دیکھو تو اس کا وجود پائیدار نہیں، ایک زمانہ تھا کو وہ پردہ عدم میں مستور تھی اور پھر اسی طرح ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

رہیں گے پھول نہ پھولوں میں رنگ و بو باقی:: رہے گا اے میرے معبود ایک تو ہی باقی

یہ موت اور حیات کی کشمکش اور وجود و عدم کی آمد و رفت بآواز بلند یہ پکار رہی ہے کہ ہمارا یہ وجود ہمارا خانہ زاد اور خود ساختہ نہیں بلکہ مستعار اور کسی دوسرے کی عطا ہے جیسے زمین پر دھوپ اور روشنی کی آمد و رفت اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روشنی زمین کی ذاتی نہیں بلکہ عطیۂ آفتاب ہے کہ حرکت طلوعی میں آفتاب اس کو عطا کرتا ہے اور حرکت غروبی میں اس کو واپس لے لیتا ہے، اسی طرح ممکنات اور کائنات کا وجود اور عدم جس ذات کے ہاتھ میں ہے وہی واجب الوجود ہے جس کا وجود ذاتی ہے اسی کو ہم مسلمان اللہ اور خدا کہتے ہیں۔

اثبات صانع کی چھٹی دلیل۔اختلاف صفات و کیفیات: زمین سے لے کر آسمان تک عالم کے تمام اجسام جسمیت کے لحاظ سے برابر ہیں اور جب چیزیں حقیقت اور ماہیت سے برابر ہوں تو جو کچھ ایک چیز کے لئے روا ہے وہی دوسرے کے لئے بھی روا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ آسمان جو بلند ہے اس کا نشیب اور پستی میں ہونا بھی روا ہے اور زمین جو پستی میں ہے اس کا بلندی میں ہونا بھی روا ہے اور آگ جو گرم اور خشک ہے اس کا سرد اور تر ہونا بھی روا ہے اور پانی جو سرد اور تر ہے اس کا گرم اور خشک ہونا بھی روا ہے، پس جب اجسام میں تمام صفات اور کیفیات جائز اور روا ہیں تو پھر ہر جسم کے لئے ایک خاص معیّن کیفیت اور معیّن شکل اور معیّن احاطہ اور

معیّن مقدار کے لئے کوئی مؤثر مدبّر اور مقدّر مقتدر چاہئے کہ جس نے ان تمام جائز اور ممکن صفات اور کیفیات میں سے ہر جسم کو ایک خاص صفت اور خاص کمیّت اور خاص کیفیت اور خاص ہیَت کے ساتھ معیّن اور مخصوص کیا، کیوں کہ ہر جائز اور ممکن کے لئے کسی مرجح (افضل) کا ہونا ضروری ہے کہ جو کسی ایک جانب کو ترجیح دے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی پس وہی مؤثر مدبر اور مقدّر مقتدر اس عالم کا رب ہے۔

اثبات صانع کی ساتویں دلیل۔ دلیل حرکت: علامہ احمد بن مسکویہ الفوز الاصغر میں فرماتے ہیں کہ عالم کی جس چیز پر بھی نظر ڈالو وہ حرکت سے خالی نہیں اور حرکت کی چھ قسمیں ہیں: (1) حرکتِ کَون (2) حرکت فساد (3) حرکتِ نمو (4) حرکت ذبول (5) حرکت استحالہ (6) حرکت نقل۔

اس لیے حرکت ایک قسم کے تبدل یا نقل کو کہتے ہیں اگر ایک شئ عدم سے وجود کی طرف حرکت کرے تو یہ حرکت کَون ہے اور اگر خرابی کی طرف حرکت ہو تو یہ حرکت فساد ہے اور اگر ایک کیفیت اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف حرکت ہو تو یہ حرکت استحالہ ہے اور اگر کمی سے زیادتی کی طرف ہو جیسے بچّہ کا بڑا ہو جانا اور پودہ کا درخت ہو جانا تو یہ حرکت نمو ہے اور اگر زیادتی سے کمی کی طرف حرکت ہو جیسے کسی موٹے آدمی کا دبلا ہو جانا تو یہ حرکت ذبول ہے اور اگر ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف حرکت ہو تو یہ حرکت نقل ہے، اس کی دو قسمیں ہیں مستقیمہ اور مستدیرہ۔ غرض یہ کہ عالم کے تمام عناصر اور جمادات اور نباتات اور حیوانات سب کے سب حرکت میں ہیں اور ان میں کسی شئ کی حرکت اس کی ذاتی نہیں اور کوئی چیز اپنی ذات سے متحرک نہیں اور عقلاً ہر متحرک کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کے علاوہ اس کے لئے کوئی محرِّک ہو۔ پس ضروری ہے کہ تمام اشیاء عالم کا بھی کوئی محرک ہو جس کی وجہ سے تمام اشیاء عالم حرکت میں آ رہی ہیں۔ پس وہ ذات جس پر کائنات عالم کی حرکت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے وہی خدا ہے جو اس سارے عالم کو چلا رہا ہے اور طرح طرح حرکت دے رہا ہے، جن کے انواع و اقسام کے ادراک سے عقلاء عالم کی عقلیں قاصر اور عاجز اور درماندہ ہیں۔

اثبات صانع کی آٹھویں دلیل۔ حسن ترتیب: امام رازی فرماتے ہیں کہ ہستی صانع کی ایک دلیل یہ ہے کہ آسمان اور ستارے اور نباتات اور جمادات اور حیوانات کی ترتیب ہم اس طرح پاتے ہیں کہ حکمت کی نشانیاں اس میں ظاہر ہیں اور جس قدر زیادہ غور و فکر کرتے ہیں اسی قدر یہ نشانیاں زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ بداہت عقل سے یہ جانتے

ہیں کہ ایسی عجیب وغریب نشانیوں کا ظہور محض اتفاقی طور پر محال ہے اس لئے ضروری ہوا کہ ایسے کامل اور قادر حکیم کے وجود کا اقرار کیا جائے جسے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ان عجیب وغریب چیزوں کو عالم علوی اور سفلی میں ظاہر کیا ہے۔

قدرت کا نظام ہے بتاتا:: تو صانع و منتظم ہے سب کا

اثبات صانع کی نویں دلیل۔ عاجزی اور درماندگی: ہر ذی ہوش اس امر کو بداہت عقل سے جانتا ہے کہ انسان جب کسی بلا اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اسباب اور وسائل اسکو جواب دے دیتے ہیں تو اس وقت اس کا دل بے اختیار عاجزی اور زاری کرنے لگتا ہے اور کسی زبردست قدرت والی ہستی سے مدد مانگتا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ہر شخص فطری طور پر ہی جانتا ہے کہ کہیں دافع البلیات اور مجیب الداعوات اور حافظ وناصر اور دستگیر ضرور ہے جس کو انسان بیچارگی کی حالت میں بے اختیار اپنی دستگیری کے لئے پکارتا ہے اور اس کے روبرو گریہ وزاری کرتا ہے اور یہ امید رکھتا ہے کہ وہ دستگیر میری مصیبت کو ٹال دے گا۔ پس وہی دستگیر ہمارے نزدیک خدا ہے جو سارے عالم کی سنتا ہے اور دستگیری کرتا ہے۔

جب لیتے ہیں گھیر تیری قدرت کے ظہور:: منکر بھی پکار اٹھتے ہیں تجھکو ضرور

اثبات صانع کی دسویں دلیل۔ ذلّت وخواریِ اشیاء: اس کارخانہ عالم کی جس چیز پر بھی نظر ڈالیے تو ذلّت و خواری اور احتیاج ہی ٹپکتی ہوئی نظر آئے گی، جس سے بالبداہت یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ محض بخت و اتفاق سے پیدا نہیں ہوا بلکہ کسی بڑے عزت وحکمت والے کے سامنے ذلیل وخوار اور اس کے حکم کا فرمانبردار ہے۔ آسمان، چھاند، سورج ستاروں کو دیکھے کہ ایک حال پر قرار نہیں کبھی عروج اور کبھی نزول کبھی طلوع اور کبھی غروب کبھی نور اور کبھی گہن ہے۔ آگ کو دیکھئے کہ تھامے نہیں تھمتی۔ ہوا کا حال یہ ہے کہ کبھی حرکت اور کبھی سکون اور حرکت بھی ہے تو کبھی شمال اور کبھی جنوب کی جانب اور کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی جانب ہے۔ غرض یہ کہ ہوا ماری ماری پھرتی ہے اور پانی کا کرہ ہوا کے جھونکوں سے کہیں کا کہیں نکلا چلا جاتا ہے۔ زمین کو دیکھے کہ اس کی پستی اور لاچاری اس درجہ میں ہے کہ مخلوق اس کہ جس طرح چاہتی ہے پامال کرتی ہے، کوئی بول وبراز سے اسے آلودہ کر رہا ہے اور کوئی لید اور گوبر سے اس کو گندہ کر رہا ہے، کوئی اس پر دوڑ رہا ہے اور کوئی اسے کھود رہا ہے، مگر زمین سر نہیں

ہلا سکتی۔ حیوانات کو دیکھئے کہ وہ کس طرح لاچار ہیں کوئی ان پر سوار ہو رہا ہے اور کوئی ان پر بوجھ لاد رہا ہے اور کوئی ان کو ذبح کر رہا ہے اور تمام مخلوقات میں سب سے افضل یہ نوع انسانی ہے وہ ذلت اور احتیاج میں تمام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے۔ بھوک اور پیاس اور بول و براز صحت و مرض، گرمی و سردی اور قسم قسم کی ضرورتوں اور خواہشوں نے اس کو نچار کھا ہے حیوانات تو فقط کھانے اور پینے ہی میں محتاج ہیں اور حضرت انسان کے پیچھے تو حاجتوں کا ایک لشکر لگا ہوا ہے انسان کو مکان بھی چاہئے گھوڑا گاڑی بھی چاہئے، عزت اور منصب اور جاگیر بھی چاہئے، بیاہ شادی بھی چاہئے، بیماری کی حالت میں طبیب اور ڈاکٹر بھی چاہئے، بغیر ان کے زندگی دوبھر ہے اور حیوانات کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ حیوان کو نہ لباس کی ضرورت ہے اور نہ بیماری میں کسی ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ حیوان بغیر کسی میڈیکل کالج میں تعلیم پائے خود بخود اپنی بیماری کے مناسب جڑی بوٹیوں کو کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے پس جب انسان کہ جو باتفاق اہل عقل اشرف المخلوقات ہے اس قدر ذلیل اور حاجت مند اور محکوم ٹھہرا کہ ہر طرح سے حاجتیں اور ضرورتیں اس کی گردن پکڑے ہوئے ہیں اور باقی عالم کی ذلت و خواری کا حال آسمان سے لیکر زمین تک مکمل طور پر معلوم ہی ہو چکا تو پھر کیوں کر عقل باور کر سکتی ہے کہ یہ سارا کارخانہ خود بخود چل رہا ہے۔ کائنات عالم کی اس ذلت و خواری اور مجبوری ولاچاری کو دیکھ کر بے اختیار دل میں آتا ہے کہ ان کے سر پر کوئی ایسا زبردست حاکم ہے جو ان سے ہر دم مثل قیدیوں کے بیگاریں لیتا ہے تاکہ یہ مغرور نہ ہو جائیں اور کسی کو ان کی بے نیازی کا گمان نہ ہو۔ بیشک یہ قید میں رکھنے والی زبردست اور غالب ہستی واجب الوجوب اور الہ العالمین کی ہے۔

ایں جہاں آئینہ دار روئے تو:: ذرہ ذرہ رہ نماید سوئے تو

مادہ پرست بتلائیں کہ ہماری یہ بے شمار قسم قسم کی ضرورتیں اور حاجتیں کون پوری کر رہا ہے آیا مادہ اور اس کی حرکت سے پوری ہو رہی ہیں یا کسی خداوند کریم سے پوری ہو رہی ہیں۔

(http://raahedaleel.blogspot.com/2015/03/evidences-of-existence-and-oneness-of.html)

اعتراض: جو لوگ خدا کو ماننے والے ہیں وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔ اگر خدا ہے تو اس کے قائل گناہ سے کیوں نہیں بچتے؟

جواب: انسانوں سے گناہ ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ عزوجل کی ذاتی ہی نہیں۔ دیکھیں دنیاوی حاکم

کے ہوتے ہوئے خلافِ قوانین کام کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حاکم نہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے نے نافرمانی کی ہے اور حاکم کا کام اس خلاف ورزی پر سزا دینا ہے۔ یونہی اللہ عزوجل حاکم اعلیٰ ہے اس نے حکم دیا کہ میری نافرمانی نہ کرو اب جو اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ عزوجل بعض دفعہ دنیا ہی میں اسے سزا دیتا ہے اور بعض کو آخرت میں دے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی ظالموں کو دنیا میں عبرتناک سزا دی گئی ، قبروں میں سانپ دیکھے گئے، یہ اللہ عزوجل کے وجود کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے ؟؟؟

پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ عزوجل اپنے ہر نافرمان کو دنیا یا آخرت میں سزا ہی دے یا بندہ مسلم سے گناہ ہی سرزد نہ ہوں قرآن وحدیث میں مسلمانوں سے گناہ ہو جانا اور اللہ عزوجل کا معاف کرنا ثابت ہے۔ مسلم شریف کی حدیث پاک حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ ''ترجمہ: اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، جلد4، صفحہ2106، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

بخاری ومسلم کی حدیث پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرلیتا ہے پھر کہتا ہے ''رَبِّ أَذْنَبْتُ فَاغْفِرْ لِي، فَقَالَ رَبُّهُ: أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ''ترجمہ: مولیٰ میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے دے۔ رب فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے ؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے ، کہتا ہے یارب میں نے گناہ کر لیا بخش دے۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے ؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یارب میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے۔ تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے ؟ ''غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثَلَاثًا، فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ ''ترجمہ: میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی (یریدون أن یبدلوا کلام اللہ)، جلد 9، صفحہ 145، دار طوق النجاۃ، مصر)

اعتراض: چونکہ خدا نظر نہیں آتا اس لیے معلوم ہوا کہ اس کا وجود وہم ہی وہم ہے۔

جواب: دنیا میں ایسی کئی چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں لیکن اس کے وجود کو دہریے بھی مانتے ہیں جیسے ہوا، بجلی، عقل وغیرہ۔ جس چیز پر ایمان وعقیدہ ہو اس کا ظاہری آنکھ سے دیکھنا ضروری نہیں ورنہ اندھوں کا کوئی ایمان و عقیدہ نہ ہوتا۔ اگر بالفرض خدا ظاہری آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہوتا لیکن ایک اندھا دہریہ کہتا کہ جب تک اپنی آنکھ سے نہیں دیکھوں گا اسے نہیں مانوں گا تو اس صورت میں اسے یہی کہا جاتا کہ تجھے خدا نظر نہ آنا تیری آنکھ کو قصور ہے، یونہی اللہ عزوجل کی قدرت کے کثیر نظائر کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا دل کا اندھا پن ہے جس کا قصوروار یہ دہریے ہیں۔

خدا اگر آنکھوں سے نظر آجائے اور سب لوگ اُس جلال والی ہستی کا مشاہدہ کرلیں تو پھر دین کا کارخانہ ہی باطل ہو جائے اور ایمان بالغیب پر جو ثواب مقرر ہیں وہ ضائع ہو جائیں۔ آنکھوں سے وہی چیز نظر آتی ہے جو کسی خاص سمت پر واقع ہو اور محدود ہو یا دیکھنے والے کی آنکھ سے دور ہو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی تو سمتوں سے پاک ہے۔ سمتیں مخلوق کی ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ مخلوق اپنے خالق کا احاطہ کرے علاوہ ازیں جب اس کو آنکھ نے دیکھا اور اس کا احاطہ کیا تو وہ محدود ثابت ہوا اور محدود ہونا نقص ہے اور خدا نقصوں سے پاک ہے۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَۚ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُO قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖۚ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا تو اپنے بُرے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں۔

(سورۃ الانعام، سورۃ 6، آیت 103،104)

اعتراض: اگر کوئی خدا ہوتا تو دنیا میں یہ تفرقہ نہ ہوتا۔ کوئی غریب ہے کوئی امیر، کوئی مریض اور کوئی تندرست۔

جواب: یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسا کہیں کہ پاکستان کا کوئی حاکم نہیں کیونکہ یہاں تفرقہ ہے، کوئی ڈپٹی کمشنر ہے کوئی گورنر۔ لوگوں کا برابر نہ ہونے اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ عزوجل کا وجود نہیں بلکہ یہی تو دلیل ہے کہ کوئی ذات ایسی ہے جو جسے چاہے رزق میں فراخی و کمی دیتی ہے اور جسے چاہے تندرستی و کمزوری۔ ورنہ دہریوں کے اصول کے مطابق جو شخص دولت کمانے کی کوشش کرتا اسے ضرور رزق ملتا، جو بادشاہ بننے کی کوشش کرتا تو بادشاہ بن جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعضوں کو باوجود کوشش کے کچھ نہیں ملتا وجہ یہی ہے کہ خالق کائنات جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نہیں دیتا اور اس نہ دینے میں بھی اس کی حکمتیں ہوتی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ (سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت26)

جس طرح ایک ہی ملک میں سب باشندوں کا بادشاہ بننا عقلا درست نہیں اور عملا بھی خرابی ہے کہ ملک کا نظام نہیں چل پائے گا، ہر کوئی حکم دینے والا ہوگا عمل کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ یونہی اگر اللہ عزوجل سب کو ایک جیسے عہدے دیدے تو معاشرے کا نظام چل نہیں پائے گا۔

رزق کے بارے میں اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اللہ جس کے لئے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔ (سورۃ الرعد، سورۃ13، آیت26)

سب کو ایک جیسا رزق اللہ عزوجل نے کیوں نہیں دیا اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازہ سے اتارتا

ہے جتنا چاہے بیشک وہ اپنے بندوں سے خبر دار ہے انہیں دیکھتا ہے۔ (سورۃ الشوریٰ، سورۃ42، آیت27)

رزق ایک جیسا ہونے پر فساد یوں ہوتا کہ لوگ مال کے نشے میں ڈوب کر سرکشی کے کام کرتے اور یہ بھی صورت ہو سکتی تھی کہ جب کوئی کسی کا محتاج نہ ہو گا تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا ناممکن ہو جائے گا جیسے کوئی گندگی صاف کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا، کوئی سامان اٹھانے پر راضی نہ ہو گا، کوئی تعمیراتی کاموں میں محنت مزدوری نہیں کرے گا، یوں نظامِ عالَم میں جو بگاڑ پیدا ہو گا اسے ہر عقلمند با آسانی سمجھ سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی مالداری میں ہے، اگر میں انہیں فقیر کر دوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی فقیری میں ہے، اگر میں انہیں مالدار بنا دوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کی بھلائی صحت مند رہنے میں ہے، اگر میں انہیں بیمار کر دوں تو اس بنا پر ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ بے شک میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کی ایمان کی بھلائی بیمار رہنے میں ہے، اگر میں انہیں صحت عطا کر دوں تو اس کی وجہ سے ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ میں اپنے علم سے اپنے بندوں کے معاملات کا انتظام فرماتا ہوں، بے شک میں علیم و خبیر ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء، الحسین بن یحی الحسینی، جلد8، صفحہ355، حدیث12458، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اعتراض: اگر خدا کا کوئی وجود ہوتا تو مذہب میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب مذہب آپس میں متفق ہوتے کیونکہ ان کا اتارنے والا بھی ایک مانا جاتا لیکن چونکہ اختلاف ہے اس لئے معلوم ہوا کہ الہام وغیرہ وہم ہے اور خدا کا کوئی وجود نہیں۔

جواب: مذاہب کے اختلاف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔ اگر ایک باپ کے کثیر بیٹے ہوں اور بعض فرمانبردار ہوں اور بعض سرکش ہو جائیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان سب کا کوئی باپ ہی نہیں بلکہ سرکشی اور فرمانبرداری کے اصول مرتب کر کے یہ واضح کرنا پڑے گا کہ کون حق پر ہے کون باطل پر۔ یونہی اصل

مذہب اسلام تھا جس کی تمام انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ کی بعضوں نے فرمانبرداری کی اور بعض نافرمان ہوئے، بعضوں نے آسمانی کتب ہی کی تحریف کر دی اور بعضوں نے اپنا الگ سے دین ایجاد کر لیا۔

اللہ عزوجل نے جو صحائف نازل کیے اور اس میں احکامات ارشاد فرمائے اس میں بنیادی عقائد و نظریات میں ہرگز اختلاف نہ تھا ہاں فقہی معاملات میں موقع محل کے اعتبار سے کچھ فرق ضرور تھا جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی قوموں کی صورتحال کے مطابق مختلف تھے۔

اعتراض: قرآن پاک میں ہے ﴿مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ ترجمہ: تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دکھتا ہے۔ یہاں کہا جا رہا ہے کہ سب کی تخلیق ایک جیسی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی کانا ہے، کوئی لنگڑا اور کسی کے ہونٹ خراب ہیں وغیرہ۔

جواب: اعتراض میں جو آیت کو کچھ حصہ نقل کیا گیا ہے اگر اس پوری آیت اور اس کے ساتھ دوسری آیت کا مطالعہ کریں تو ہر ذی شعور پر بغیر تفسیر کے یہ واضح ہو گا کہ اس میں آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ سات آسمانوں کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے اگر کوئی نقص ڈھونڈنا چاہے گا تو بغیر عیب ڈھونڈے نظر واپس آئے گی چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔ (سورۃ الملک، سورۃ 67، آیت 3تا4)

جہاں تک مخلوق میں مختلف رنگ کے لوگ ہونے، لنگڑے، کانے وغیرہ کی بات ہے تو قرآن و حدیث میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ سب کو ایک جیسی شکل و صورت دی ہے بلکہ واضح طور پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ جس شکل میں اللہ عزوجل نے چاہا وہ صورت عطا فرمائی چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۙ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ۝ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا جس صورت میں چاہا تجھے

ترکیب دیا۔ (سورۃ الانفطار، سورۃ82، آیت6تا8)

باقی یہ کہ اللہ عزوجل کی کسی کو اندھا، لنگڑا، کانا بنانے میں کیا حکمت تھی تو احادیث سے ظاہر ہے کہ یہ بندوں کو آخرت میں بہتر اجر دینے کے لیے ہے۔ حضرتِ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ''إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتَيْ عَبْدِي فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ له ثوابا دون الجنة'' ترجمہ: اگر میں اپنے کسی بندے سے اس کی آنکھیں لے لوں حالانکہ وہ آنکھیں اسے محبوب ہیں اور بندہ اس پر صبر کرے اور اجر کی امید رکھے تو اس کے لئے جنت سے کم کسی ثواب پر راضی نہ ہوں گا۔

(الاحسان بترتیبِ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر، جلد7، صفحہ193، حدیث2930، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حضرتِ سیدنا ابو سعید رضی اللہ تعالی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرتِ سیدنا موسی علیہ السلام نے عرض کیا: یارب عزوجل! تیرا مومن بندہ دنیا میں تنگدست کیوں ہوتا ہے؟ تو موسی علیہ السلام کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا گیا جب انہوں نے اس کی نعمتیں ملاحظہ کر لیں تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ وہ نعمتیں ہیں جنہیں میں نے اپنے مومن بندے کے لئے تیار کیا ہے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، ''أَيْ رَبِّ، وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ لَوْ كَانَ أَقْطَعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ، يُسْحَبُ عَلَى وَجْهِهِ مُنْذُ يَوْمَ خَلَقْتَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ هَذَا مَصِيرَهُ، لَمْ يَرَ بُؤْسًا قَطُّ'' ترجمہ: یارب عزوجل! تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تیرا بندہ پیدائشی طور پر ٹنڈا اور لولا لنگڑا ہو، اور جب سے تو نے اسے پیدا کیا، اس وقت سے لے کر قیامت تک اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے جبکہ اس کا ٹھکانا یہی ہو تو گویا اس نے کبھی کوئی پریشانی نہیں دیکھی۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ تیرے کافر بندے کے لئے دنیا اتنی کشادہ کیوں ہوتی ہے؟ تو آپ علیہ السلام پر جہنم کا ایک دروازہ کھولا گیا اور فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! میں نے اس کے لئے یہ عذاب تیار کیا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ''أَيْ رَبِّ، وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ، لَوْ كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا، مُنْذُ يَوْمَ خَلَقْتَهُ، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ هَذَا مَصِيرَهُ، كَأَنْ لَمْ يَرَ خَيْرًا قَطُّ'' ترجمہ: یارب عزوجل! تیری عزت وجلال کی قسم! جس دن سے تو

نے اسے پیدا فرمایا ہے اگر وہ اس دن سے قیامت تک دنیا میں خوشحال رہے جبکہ اس کا ٹھکانہ یہ ہو تو گویا اس نے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ (مسند احمد حنبل، مسند ابی سعید الخدری، جلد18، صفحہ291، حدیث11767، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

دہریوں سے ہمارا سوال ہے کہ خدا نہیں اور ہر چیز خود بخود فطرتی طور پر وجود میں آتی ہے تو پھر سب انسان ایک جیسے ایک رنگ کے کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ سب مرد ہی کیوں نہیں پیدا ہوتے؟

اعتراض: رزق کا ذمہ اللہ عزوجل پر ہے تو دنیا میں لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں؟

جواب: بے شک مخلوق کا رزق اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں جس کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا لیکن اس کے رزق مقرر نہیں کیا۔ انسانوں کے لیے پھل، سبزی، گوشت وغیرہ رزق مقرر کیا اور جانوروں کے لیے گوشت، گھاس وغیرہ مقرر کی یونہی دیگر مخلوق کے لیے اس کے زندہ رہنے کے لیے کوئی نہ کوئی غذا مقرر کی اور اس غذا کو کھانے کے لیے اسباب بھی مقرر کیے۔ کسی انسان یا جانور کا بھوکے مر جانا رزق تک پہنچنے کے اسباب نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دیکھیں ایک شخص کے سامنے کھانا ہو اور وہ جب تک ہاتھ کا استعمال کرتے ہوئے کھانا منہ میں نہیں ڈالے گا کھانا خود بخود منہ میں نہیں جائے گا۔ جس طرح ہاتھ کھانا منہ میں لے جانے کا سبب ہے اسی طرح دیگر اسباب بھی ہیں۔ پرندے تلاش رزق کے لیے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں، ہاں درختوں میں چلنے کی طاقت نہیں تو انہیں وہاں ہی کھڑے کھڑے کھاد پانی پہنچتا ہے۔

انسان کو یہ کہا گیا کہ وہ اسباب کو ترک نہ کرے کوشش کرے۔ عمومی طور پر اسباب کے ذریعے ہم اپنے نصیب کا رزق کھا لیتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو قسمت کا رزق ایسی جگہ سے آجاتا ہے جہاں سے امید نہیں ہوتی۔ بعض اوقات اسباب بروئے کار لانے کے باوجود رزق نہیں ملتا، اس رزق نہ ملنے کی دو وجوہات ہیں: پہلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نہ دے کر بندے کو آزماتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت155)

دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسانوں کے گناہوں کی سزا کے طور پر ان پر قحط مسلط کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ بھوکے مرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کئے کا۔ (سورۃ النحل، سورۃ16، آیت112)

مجمع الزوائد، جامع ترمذی اور مشکوۃ المصابیح کی حدیث پاک ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دِوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا؛ فَارْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ'' ترجمہ: جب غنیمت کو اپنی دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو ٹیکس بنا لیا جائے اور غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں (شور شرابہ سے) اونچی ہوں اور قبیلہ کا بدکار قوم کی سرداری کرے اور قوم کا ذمہ دار ان کا کمینہ ہو اور آدمی کی تعظیم کی جائے اس کی شرارت کے خوف سے اور رنڈیاں باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائیں اور اسکے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں تو اس وقت تم سرخ زلزلہ، دھنسنا اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ہوں گی جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگاتار کر کے گرے۔

(مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة، الفصل الأول، جلد3، صفحہ183، حدیث5450، المكتب الإسلامي، بيروت)

لہذا آج کل جو آئے دن زلزلے، طوفان آرہے ہیں اور کئی ممالک میں قحط سالی کے سبب لوگ بھوکے مررہے ہیں یہ انسانوں کے بڑھتے ہوئے گناہوں اور دہریوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ قحط سالی یا

دیگر آفات میں جو لوگ مرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب ہی گناہ گار تھے بلکہ بعضوں کے لیے یہ آفات ان کی بخشش کا ذریعہ اور درجات میں بلندی کا سبب ہیں۔

اعتراض: اگر خدا ہے تو پھر اپنے نبیوں کو لوگوں کے ہاتھوں شہید کیوں کروایا؟ نبیوں پر اتنی آزمائشیں کیوں آئیں؟

جواب: دہریوں کا یہ اعتراض تب درست ہو جب قرآن و حدیث میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ نبیوں پر کوئی آنچ نہیں آسکتی جبکہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جو جتنا نیک ہو گا اسے اتنی ہی آزمائشیں آئیں گی تاکہ نبی کی ذات لوگوں کے لیے بہترین نمونہ ہو۔ لہٰذا نبیوں کا شہید ہونا مجاہدین کے لیے نمونہ تھا کہ دین حق کے لیے صرف تم ہی لوگ جان نہیں دے رہے بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے سرفراز ہوئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی نبی کو شہادت نہ ملی ہوتی تو یہ ایسی عبادت ہوتی جو کسی نبی سے ادا نہ ہوئی ہوتی۔

اعتراض: اگر خدا مسلمانوں کی مدد کرنے والا ہے تو اس وقت پوری دنیا میں مسلمان قتل ہو رہے ہیں، کئی مسلم ممالک پر دیگر مذاہب والوں کے قبضے ہیں۔ اسلامی ممالک پر بھی حکمران مسلمان ہیں لیکن ان پر بھی حکومت انگریزوں کی ہے، ان مشکل حالات میں خدا مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کر رہا؟

جواب: اس اعتراض سے پہلے عرب کے اس خطہ کی تاریخ پڑھیں جس میں ایک ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت کیا تو چند آدمی ان کے ساتھ تھے، غزوہ بدر میں چند جانثاروں کے ساتھ بڑی تعداد میں کفار سے جنگ تو اللہ عزوجل نے ان کی مدد کی اور ان کو فتح نصیب ہوئی۔ پھر چند سالوں میں ان کے پیروکاروں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہوئی اور ان کے وصال کے چند سالوں کے بعد وہ دین مکہ مدینہ سے نکل کر کئی لاکھ مربع میل تک پھیل گیا اور یوں یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور دنیا کے کئی ممالک پر ان کی حکومت ہو گئی۔ اُس دور کی کامیابی اور موجودہ دور کی ناکامی کا سبب حکمران ہیں۔ جب تک مسلمانوں کو وہ لیڈر ملتے رہے جو پکے سچے مسلمان شریعت محمدیہ کی اتباع کرنے والے تھے کامیابیوں نے ان کے قدم چومے اور جب فاسق و فاجر حکمران مسلمانوں پر مسلط ہو گئے ناکامی ہمارا مقدر بن گئی۔ جب تک مسلمان حکمرانوں کے دلوں میں موت کا ڈر اور کرسی کی محبت ہے یہ کبھی بھی کفار کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ حضور علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے اس طرح کے حالات کی پیشین گوئی

کر دی تھی کہ کفار باہم اتحاد کر کے مسلمانوں پر حملے کریں گے اور مسلمانوں کو دنیا کی محبت اور موت کا خوف ہلاک کرے گا چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ سنن داؤد میں حدیث پاک روایت کرتے ہیں ''عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا»، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ»، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ» '' ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ دیگر غیر مسلم قومیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں جیسے کھانے والے اپنے پیالہ کی طرف (یعنی کفار باہم مل کر تم پر حملے کریں) تو کوئی کہنے والا بولا کیا اس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس دن بہت ہوگے لیکن تم سیلاب کے میل کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے اور اللہ عزوجل تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں وہن (سستی ضعف) ڈال دے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یہ وہن کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔

(سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الإسلام، جلد4، صفحہ111، حدیث4297، المكتبة العصرية، بيروت)

ان فاسق و فاجر مسلمان حکمرانوں اور امریکہ و برطانیہ جیسے کفار کا ہم پر مسلط ہو جانا ہم مسلمانوں کے اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس کی بھی پیشین گوئی فرمائی تھی چنانچہ المعجم الاوسط اور کنز العمال کی حدیث پاک ہے ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَيَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ، تَكُونُ وُجُوهُهُمْ وُجُوهَ الْآدَمِيِّينَ، وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبَ الشَّيَاطِينِ، لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ شَيْءٌ مِنَ الرَّحْمَةِ، سَفَّاكُونَ لِلدِّمَاءِ، لَا يَرْعَوْنَ قَبِيحًا، وَإِنْ حَدَّثُوكَ كَذَّبُوكَ، وَإِنْ أَمِنْتَهُمْ خَانُوكَ، صَبِيُّهُمْ عَارِمٌ، وَشَابُّهُمْ شَاطِرٌ، وَشَيْخُهُمْ لَا يَأْمُرُ بِمَعْرُوفٍ، وَلَا يَنْهَى عَنْ مُنْكَرٍ، الْمُؤْمِنُ فِيهِمْ مُسْتَضْعَفٌ، وَالْفَاسِقُ فِيهِمْ مُشْرِفٌ، السُّنَّةُ فِيهِمْ بِدْعَةٌ، وَالْبِدْعَةُ فِيهِمْ سُنَّةٌ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يُسَلِّطُ اللهُ عَلَيْهِمْ شِرَارَهُمْ، وَيَدْعُو أَخْيَارُهُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ» '' ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں اقوام آئیں گی جن کی شکلیں

آدمیوں جیسی ہوں گی لیکن دل شیطان جیسے ہوں گے، ان کے دِلوں میں رحم نہیں ہو گا، خون بہانے والے گناہوں کی طرف توجہ نہ کریں گے، بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے، امانت میں خیانت کریں گے، انکے بچے شرارتی اور بڑے چالاک ہوں گے، انکے بڑے نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہ کریں گے، مؤمن ان میں ذلیل ہو گا اور فاسق عزت والا، سنت انکی نظر میں بدعت ہو گی اور بدعت سنت ہو گی۔ ایسے لوگوں پر اللہ عزوجل شریر لوگوں کو مسلط فرمادے گا تو نیکوکار دعا کریں گے لیکن انکے لئے قبولیت نہ ہو گی۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمه: محمد، جلد6، صفحہ227، حدیث6259، دار الحرمین، القاھرۃ)

اعتراض: تم اہل مذہب نبی کے سچا ہونے کی بنا پر اس پر اعتماد کرکے سب کچھ مانتے ہو یہ غیر عقلی رویہ ہے۔

جواب: آج تک اسلام دشمن طاقتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دلائل سے بات نہیں کر پائیں، بلکہ غیر مسلم بھی خیر الانعام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی بلندیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں بطور انسان اور مصلح دنیا کا کوئی انسان آپ کا ہمسر نہیں ہے۔ مشہور امریکی مصنف مائیکل ہارٹ نے 1978ء میں دنیا کے سو عظیم آدمی کے نام سے ایک کتاب لکھی، سو عظیم متاثرکن شخصیات میں سرِفہرست حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی مبارک کو رکھا گیا ہے۔ مائیکل ہارٹ نے نبی کریم کو دنیا کا عظیم ترین آدمی قرار دینے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا ممکن ہے کہ انتہائی متاثرکن شخصیات کی فہرست میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا شمار سب سے پہلے کرنے پر چند احباب کو حیرت ہو اور کچھ معترض ہوں، لیکن آپ واحد تاریخی ہستی ہیں جو مذہبی اور دنیاوی دونوں محاذوں پر یکساں کامیاب رہے۔

آپ علیہ السلام کی سنتوں پر سائنسی تائیدات موجود ہیں اور مزید ان شاء اللہ عزوجل ہوتی رہیں گی۔ ایک کامل انسان اور خوبصورت معاشرے کے لیے آپ علیہ السلام نے جو اصول مرتب کیے ایسے اصول آج تک کوئی انسان تو کیا ایک گروہ بھی نہیں بنا سکا۔

بہرحال علمی دلائل سے توکئی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کو بیان کیا اور کفار کے اعتراضات کے منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔ لیکن یہاں ہم عقلی دلیل کے ساتھ دہریوں سے بات کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ عقلا بھی بغیر دلیل کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا ماننا درست ہے۔ مثلا اگر ان دہریوں

کو کہا جائے کہ یہ جسے آپ لوگ اپنا والد کہتے پھرتے ہیں اور اس بنا پر اپنے ناموں کے ساتھ پٹھان، پنجابی، جٹ، آرائیں وغیرہ لگائے پھرتے ہیں، یہ بھی تو صرف ایک عورت ہی کی گواہی کی بنا پر ہے کہ فلاں تمہارا باپ ہے؟(وہ بھی ایسی عورت جسے کئی معاملات میں ہم خود جھوٹ بولتا دیکھتے ہیں) تو ہو سکتا ہے اس پر کوئی دہریہ یہ کہے کہ ہم اس مسئلے کو ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے ثابت کر سکتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ آج تک کسی ملحد نے اپنا ڈی این اے ٹیسٹ نہیں کروایا۔ یہ خود سب اندھا اعتماد کر کے ہی چل رہے ہیں۔ دوسرا یہ ٹیسٹ کرواسکتے ہیں والی بات اتنی سادہ نہیں اور نہ ہی اس سے ان ملحدوں کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے کیونکہ اس معاملے میں بھی انھیں بے شمار مفاد پرست اور بسا اوقات جھوٹے و بد کردار ڈاکٹروں و نرسوں پر بھروسا کرنا ہو گا۔

کونسے میڈیکل انسٹرومنٹس و مشینیں وغیرہ واقعی درست و اپ ڈیٹڈ ہیں اسکا فیصلہ کرنے کے لئے ان مشینوں سے متعلق وسیع میڈیکل علم کی ضرورت ہے۔ خون پر واقعی ٹیسٹ اپلائی کیا گیا؛ یہ بھی تو ممکن ہے کہ یونہی رپورٹ بنا کر ان کے ہاتھ میں تھما دی گئی ہو، کونسا انکے سامنے ٹیسٹ ہوتا ہے یہ تو سیمپل دے کر گھر آجاتے ہیں۔ پھر ان کی رپورٹ انہی کو دی گئی، یہ بھی تو ممکن ہے کہ کسی اور کے ٹیسٹ کی رپورٹ پر انکا نام لکھ کر انہیں تھما دی گئی ہو وغیرہ۔

پھر میڈیکل سائنس وجینیٹکس کا سارا علم بھی تو ظنی ہے، اس میں کئی نظریات بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔ اب کونسا نظریہ درست ہے اسکا فیصلہ کرنے کے لئے بھی وسیع علم کی ضرورت ہے۔

الغرض ان ریشنلسٹوں کے پاس اپنی حلت نسلی کو ثابت کرنے کا سوائے اعتبار کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ سب ملحدین بذات خود یہ تمام متعلقہ علم سیکھ کر، تمام انسٹرومنٹس خود ایجاد کر کے اور اپنی ہی زیر نگرانی یہ ٹیسٹ کروا کر اپنی اپنی رپورٹس پیش کریں۔ یا پھر اعلان کر دیں کہ ہمیں اپنی نسلی حلت ثابت ہی نہیں کرنی ہمیں خود کو______ کہنے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اعتراض: انبیاء علیہم السلام کی موجودہ دور میں زیادہ ضرورت تھی جبکہ اب ایسا نہیں حالانکہ اب کی آبادی بہت زیادہ ہے اور بے عملیاں بھی عام ہیں۔

جواب: موجودہ دور میں جدید نبی کی حاجت اس وجہ سے نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کامل دین مکمل کر چکے ہیں اب قیامت تک کوئی ایسا دور نہیں آسکتا کہ اس دین پر عمل ممکن نہ ہو یا یہ دین تحریف کا شکار ہو جائے۔ اب اس دین کی فقط تجدید کی حاجت ہے اور اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک موجود ہے کہ ہر سو سال بعد ایک مجدد آئے گا جو اس دین کی تجدید کردے گا چنانچہ سنن ابو داؤد کی صحیح حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا'' ترجمہ: بے شک اللہ (عزوجل) اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو امت کیلئے ان کے دین کی تجدید کردے گا۔

(سنن أبي داود، کتاب الملاحم ،باب ما يذكر في قرن المائة، جلد4، صفحہ109، المكتبة العصرية، بيروت)

مجدد کا کام زبردستی کافروں کو مسلمان بنانا اور وقت کے تمام مسلمانوں کو با عمل بنانا نہیں ہوتا بلکہ مجدد کا کام دین میں کی گئی گمراہوں کی تحریفات کو ختم کرکے صحیح نظریات لوگوں کے سامنے پیش کرکے ان پر حجت قائم کرنا ہے۔ جب مجدد صحیح نظریات کو پیش کرتا ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ ایک بڑی تعداد ان کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل پیرا ہوتی ہے اور مجدد کے وصال کے بعد بھی امت مسلمہ اس کی تعلیمات سے مستفید ہوتی رہتی ہے۔

اعتراض: احادیث میں کئی وظائف بتائے گئے ہیں کہ فلاں کام نہ ہوتا ہو تو فلاں دعا مانگو، فلاں مرض کے لیے فلاں چیز کھاؤں لیکن کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

جواب: ایسا نہیں کہ اکثر ہی احادیث میں بیان کی گئی دعاؤں کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ کئی مشاہدے ہیں کہ وظائف پڑھنے کے ساتھ شفامل گئی۔ بعض اوقات جو فائدہ نہیں ہوتا اس میں دعا کا قصور نہیں بلکہ ہمارا اپنا قصور ہوتا ہے وہ یوں کہ جیسے ایک دوائی ہے جو شفا کے لئے ہے لیکن ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس دوائی کو دودھ کے ساتھ، فلاں وقت میں، فلاں طریقے سے پینا ہے۔ اگر کوئی دوائی تو کھائے لیکن ڈاکٹر کی ہدایات کو نظر انداز کردے تو دوائی اثر نہیں کرے گی۔ یونہی ان دعاؤں اور وظائف کا معاملہ ہے کہ اگر پیٹ میں حرام کا لقمہ ہے، صحیح مخارج کے ساتھ

الفاظ کی ادائیگی نہیں کی یا کوئی ایسا گناہ کیا ہے جس کے سبب دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو یہ ہمارا قصور ہے ارشاد نبوی حق ہی رہے گا۔ دوسرا یہ کہ بعض اوقات جس علاج کے لیے جو وظیفہ پڑھا جارہا ہوتا ہے دراصل مرض کوئی اور ہوتا ہے جیسے ہر بیمار پونسٹان یا پیناڈول کی گولی کھا کر صحت یاب نہیں ہوتا حالانکہ یہ دوائیں بیماری کے لیے بہت مؤثر ہیں لیکن طبیب مرض کی حالت کے مطابق دیگر دوائیں کھانے کو دیتا ہے تو مرض ٹھیک ہوجاتا ہے۔ یہی حال وظائف کا ہے کہ ماہر عامل مریض کی حالت کے مطابق وظیفہ دے گا تو شفا ملتی ہے مریض از خود بعض دفعہ جو وظائف پڑھ رہا ہوتا ہے اسے وہ مرض ہی نہیں ہوتا جس کا وظیفہ پڑھ رہا ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ جب ایک بات تقدیر مبرم میں لکھی جاچکی ہے اس کے لیے جو کچھ مرضی کر لیا جائے اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

اعتراض: مولوی معاشرتی ترقی کی رکاوٹ ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو معاشرہ بہت ترقی کرے۔

جواب: دیسی سیکولر اور لبرل مذہب اور مذہب پسندوں کو ترقی کا دشمن سمجھتے ہیں اور جگہ جگہ اس پر لکھتے اور تقریریں کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ سیکولر اور دہریے خود ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ یونیورسٹیز کالجز اور دوسرے سارے اداروں میں مولوی نہیں بھرتی کیے ہوئے جو ترقی نہیں ہونے دے رہے بلکہ تمہارے جیسے لبرل لوگوں کی ایک تعداد نے معاشرے کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ ہمارے ملک کا موجودہ وزیر کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہیں ہے اور چیف جسٹس آف پاکستان ساری زندگی مدرسہ میں حفظ نہیں کرتا رہا، ہمارے سیاستدان اسمبلیوں میں قرآن کا تلفظ صحیح کرنا نہیں سیکھتے اور نہ ہی مولویوں کے بیانات سنتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ ترقی نہیں کر رہا۔ سرکاری اداروں میں بڑی پوسٹ پر موجود رشوت خور افسران مسجدوں کے مولوی نہیں ہیں جنہوں نے رشوت و ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو دنیاوی تعلیم پڑھے ہوئے ہیں اور تمہیں لوگوں نے ملک کو ان کے حوالے کیا ہوا ہے، اگر پاکستان میں ان اداروں سے فائدہ نہیں ہو رہا تو اسکا ذمہ دار مولوی کیسے ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کی بدامنی کے ذمہ دار، لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنے والے، مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو نظر انداز کر کے کافروں، گستاخوں کے نام کی روڈوں پر موم بتیاں جلانے والے یہ لبرل لوگ ہیں۔ مولویوں کے حلوے مانڈوں کا ذکر کرنے والے ان لبرلز کا مفروضہ یہ ہوتا ہے گویا سائنسی علم کی تعمیر تو انتہائی

بے لوث، انسانیت دوست اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہستیوں کے ہاتھوں انجام پزیر ہوتی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سائنسی علم کا تو پورا فریم ورک ہی خرید و فروخت (Buying and selling) کی ذہنیت کا اظہار ہے، یہاں وہی علم تخلیق کیا جاتا ہے جسے نفع پر بیچنا ممکن ہو اور یہاں وہ علم خریدا جاتا ہے جسے حصول لذت کیلئے استعمال کرنا ممکن ہو۔

چنانچہ میڈیکل سائنس کی فیلڈ میں فارماسوٹیکل انڈسٹریز، اسپتال، ڈاکٹرز، دوائیاں بیچنے والی کمپنیاں کس کس طرح اپنے اپنے ذاتی مفادات کیلئے کروڑوں انسانوں کی صحت سے کھیلتی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ انجینئرنگ کے مختلف شعبوں میں کس کس طرح کرپشن کی جاتی ہے، جنگی ہتھیار بنانے والی کمپنیاں اپنے نفع کیلئے کس طرح حکومتی اداروں میں اثرورسوخ استعمال کرکے انسانیت کش ہتھیار بیچتی ہیں، کس طرح سوشل سائنٹسٹ و این جی اوز اپنے مخصوص نظریاتی یا مادی مفادات کیلئے تحقیقاتی رپورٹوں سے من مانے سائنسی نتائج اخذ کرکے پالیسی ساز اداروں اور عالمی ڈونرز کو بیوقوف بناتی ہیں یہ سب باتیں کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو سائنسی علوم اور جدید ادارتی صف بندیوں کی نوعیت سے آشنا ہے۔

چنانچہ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جن لوگوں کے اپنے علمی فریم ورک کا حال یہ ہو کہ وہ حلوے مانڈے سے شروع ہوتا ہے، اسی کو تحفظ دینے کیلئے قائم کیا جاتا ہے نیز اسی پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے وہ ایک ایسی علمیت کے وارث کو حلوے مانڈے کا طعنہ دیتے ہیں جس میں قدم رکھتے ہی روزی روٹی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

اگر مولوی کے پاس کچھ اتنا ہی زیادہ حلوہ ہے تو یہ لبرلز آخر اپنے بچوں کو دھڑا دھڑ مولوی کیوں نہیں بنارہے؟ ان عقلمندوں کو مولوی کا ہر اختلاف حلوے اور پیٹ کا اختلاف دکھائی دیتا ہے مگر سائنس کے حلوے کی دکان میں سانسیں لینے کے باوجود بھی سائنسی اختلافات انہیں علمی اختلافات ہی دکھائی دیتے ہیں۔

درحقیقت مولوی پر حلوے مانڈے کا الزام لگانے کی دو وجوہات ہوتی ہیں، ایک اپنی حلوے کی دکان کی اصل حقیقت سے عدم واقفیت، دوم مولوی کی علمیت کو اپنی علمیت پر قیاس کرنا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ علم کی کوئی دنیا ایسی بھی ہو سکتی ہے جہاں حلوے مانڈے کی لالچ کے بغیر بھی لوگ زندگیاں بسر کرسکتے ہیں۔ انکا یہی تعجب انہیں مولوی پر حلوے مانڈے کا الزام لگانے پر مجبور کرتا ہے۔

دراصل مولویوں کے خلاف زہر اگل کر لوگوں کو سیکولر بنانے کی یہ ایک کوشش ہے۔ اگر روایتی خاندانی معاشرتی نظام کے اندر عورت پر ظلم ہو جائے تو سیکولر اور لبرل اسے مولوی کے روایتی اسلام کا شاخسانہ قرار دینے میں ذرا بھر تامل نہیں کرتے اور تقاضا کرتے ہیں کہ تحفظ عورت کیلئے اسے آزادی ملنی چاہئے، مولوی کے اسلام نے اسے جکڑ رکھا ہے۔ اور اگر اس عورت کے ساتھ بدسلوکی (مثلاریپ) ہو جائے جو مارکیٹ میں گھوم رہی ہے اور تحقیق و اعداد و شمار بھی بتا رہے ہوں کہ اسکا تعلق اس آزاد اختلاط کے ساتھ ہے، مگر اس وقت یہ لوگ یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ یہ آزاد معاشرت کا نتیجہ ہے بلکہ اسکی الٹی سیدھی تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ تقاضا کرنے لگتے ہیں کہ معاشرے میں تمام مردوں کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ عورت کے وجود کو عزت کی نظر سے دیکھیں نیز ریاست اس معاملے میں سختی سے کام لے وغیرہ۔

لیکن اس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرد کی تربیت ہی مسئلے کا حل تھا تو ان چند مردوں کی اسلامی تربیت پر کیوں نہ توجہ دی جائے جو بیوی، بیٹی، ماں اور بہن کے حقوق ادا نہیں کر رہے؟ اگر اس مرد کی تربیت کر لی جائے تو کیا عورت خاندانی نظم کے اندر محفوظ نہیں ہو سکتی؟

درحقیقت عورت پر ہونے والے مظالم ایک بہانہ ہیں جس کے ذریعے عورت کی مارکیٹ سازی کے عمل کا جواز پیدا کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ عورت کی مارکیٹ سازی انکے نزدیک مطلوب و مقصود ہے لہٰذا اس مقصد کو بچانے کیلئے پوری دنیا کی تربیت بھی کرنا پڑے، ریاست کو نت نئے قوانین بنانے اور مسلط کرنا پڑیں سب جائز ہے۔ اسے کہتے ہیں مقصد سے کمٹمنٹ، مولوی یہ سب تقاضے کرے تو وہ کند ذھن، یہ کریں تو عقل پرستی۔

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت کر دینا بہت ضروری ہے کہ جب حکومت اسلامیہ کا قیام عمل میں آئے گا تو یہ ضروری نہیں ہو گا کہ علماء ہی گورنر، منسٹر اور شعبوں کے صدر ہوں۔ اگر کوئی تبدیلی ہو گی بھی تو صرف یہ کہ نظام حکومت کی بنیاد شریعت اسلامیہ پر رکھی جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون چلے گا، ورنہ بقیہ امور بدستور ہوں گے وہ اس طور پر کہ شعبہ انجینئرنگ کا صدر انجینئر ہو گا، اسپتالوں کے ذمہ دار ڈاکٹر ہوں گے اور معاشی امور کی رہبری ماہرین معاشیات ہی کے ذمہ ہو گی۔ اس طرح تمام شعبہ جات زندگی کے اندر اسلامی روح کارفرما ہو گی۔

مولویوں کو ترقی میں راہ میں رکاوٹ کس وجہ سے کہا جاتا ہے آج تک یہ سمجھ نہیں آئی ہاں بینک اورانشورنس والے جب لوگوں کو حیلے بہانوں سے سود کھلانے کی کوشش کرتے ہیں اس وقت جب علماء کہتے ہیں کہ یہ سود ہے جو شرعا حرام ہے تو اس وقت یہ سود کا کاروبار کرنے والے کہتے ہیں کہ مولوی ترقی میں رکاوٹ ہیں، جب عورت بے پردہ گلی بازاروں میں گھومے اور فتنے پھلائے جب اسے پردے کا کہا جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ مولوی ترقی میں رکاوٹ ہیں، جب حکمران بے دینی عام کریں ناموس رسالت، ختم نبوت میں ترمیمیں کریں اور علماء احتجاج کریں تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ مولوی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ اگر ترقی ان کاموں کا نام ہے تو ہمیں فخر ہے کہ ہم اس میں رکاوٹ ہیں۔ اگر مولویوں کو اس طور پر ترقی میں رکاوٹ کا کہا جاتا ہے کہ یہ سائنسی تحقیقات نہیں کرنے دیتے تو یہ مولویوں پر بہتان ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نہ تو اسلامی عقائد اور نہ ہی علماء اسلام نے اہلِ علم اور سائنسدانوں کے تجربات و مشاہدات کے راستہ میں کبھی بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی ہے۔ اسلامی عظمت و اقتدار کے دور میں ہمارے کانوں نے ایسی کوئی خبر نہیں سنی کہ تجربہ، کسی نئی تحقیق و جستجو، کسی نئے نظریہ وخیال پر کوئی سائنسدان آگ میں جلایا گیا ہو۔ حقیقی اور سچی سائنس ایک مسلمان کے اس عقیدہ سے متصادم نہیں ہوتی ہے کہ اللہ ہی وہ ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسلام تو خود ہی بنی نوع انسان کو دعوت دیتا ہے کہ زمین و آسمان کا مشاہدہ و مطالعہ کریں، ان کی پیدائش پر غور وفکر کریں تاکہ اس کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل ہو سکے۔ صحیح اور سچی سائنس اور تلاش و جستجو کے راستے یورپ کے بہت ملحد سائنسدانوں کو خدا تک رسائی نصیب ہوئی ہے۔

اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے جو عوام کو الحاد اور بے دینی کی ترغیب دیتی ہو اور یہ جو چند ملحد اور منکر مشرق ہی میں پائے جاتے ہیں، وہ اپنے استعمار پسند آقاؤں کی خواہشوں کے اندھے غلام ہیں، ان مذاہب بیزاروں کی خواہش ہے کہ انہیں عقائد وعبادات پر حملہ کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تاکہ وہ لوگوں کو ترک مذہب پر آمادہ کر سکیں۔ اسی لیے یہ سیکولر عوام کو یہ ذہن دیتے ہیں کہ یہ دنیا ترقی کر کے چاند پر پہنچ چکی ہے اور یہ مولوی مدرسوں میں ابھی بھی بخاری و مسلم پڑھنے پر لگے ہوئے ہیں۔ خود ان نالائق سیکولروں کا یہ حال ہے کہ نہ بخاری پڑھی نہ چاند پر پہنچے۔ آزاد خیالی کے نظریے، بے حیائی کے فروغ اور اسلام کے خلاف زبان درازی میں اپنی زندگیاں برباد کیں۔

نوٹ: دہریوں کے کئی اور باطل قسم کے اعتراضات ہیں جو اللہ عزوجل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام پر کیے گئے ہیں، جن کے جوابات کو اگر تحریر کیا جائے تو کافی صفحات ہو جائیں۔ قارئین کے لیے اوپر چند اعتراضات کے جوابات تحریر کر کے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان دہریوں کے اسی قسم کے اعتراضات ہوتے ہیں جن کا باآسانی جواب دیا جاسکتا ہے، اس لیے اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات کے لیے علمائے کرام سے رابطہ کیا جائے۔

دہریوں سے چند سوالات

دہریے چونکہ اللہ عزوجل کی ذات کے منکر ہیں، اس لیے آخر میں دہریوں سے کچھ سوالات ہیں یہ ان کے علمی جوابات دیں جس میں تقدیر اور خالق تقدیر کا عمل دخل نہ ہو:

☆ ایک عورت، عورت کیوں پیدہ ہوئی مرد کیوں نہیں؟

☆ ایک بچا کمزور تو دوسرا صحت مند کیوں ہے؟

☆ دنیا کا ہر شخص آئین سٹائن یا نیوٹن کیوں نہیں؟

☆ ہر آدمی بل گیٹس کیوں نہیں بن سکا؟

☆ ہر شخص شاعری کیوں نہیں کر سکتا؟ مصنف کیوں نہیں ہو سکتا؟

☆ ہر آدمی گویٹے، دانتے، ڈکنز، ٹیگور، منٹو، غالب، اقبال کیوں نہیں ہو سکتا.....؟

☆ ہر بندہ خوبصورت آواز کا مالک کیوں نہیں؟

... باب پنجم: سیکولرازم اور دہریت سے بچاؤ کی تدابیر ...

آخر میں مسلمانوں کے لیے راقم الحروف کی طرف سے سیکولرازم اور دہریت سے بچاؤ کی چند تدابیر پیش خدمت ہیں:

مضبوط ایمان

الحمدللہ عزوجل ہر مسلمان اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہے لیکن جب مشکل آتی ہے تو شیطان ایمان پر حملے کرتا ہے۔ تنگ دست کو شیطان کہتا ہے وہ فلاں فاسق و کافر کو اللہ عزوجل نے اتنا کچھ دیا ہے تجھے عبادتوں کا کیا صلہ ملا، دعائیں قبول ہونے میں تاخیر پر بندہ مسلمان کو دعائیں مانگنا چھوڑنے کا وسوسہ دیتا ہے۔ یوں رفتہ رفتہ انسان کو مذہب سے بدظن کر کے دہریت کی طرف لے جاتا ہے۔

بندہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر حال میں اللہ عزوجل پر ایمان و بھروسہ رکھے۔ یہ یادر کھے کہ آزمائشیں آنا زندگی کا ایک حصہ ہے اور اس میں بندہ مؤمن کے درجات میں بلندی ہے، اس پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ یونہی اللہ عزوجل سب لوگوں کے مانگنے پر انہیں عطا فرمائے تو اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی، ہر دعا قبول ہونا ہمارے حق میں بہتر نہیں۔ یہ بھی یادر ہے کہ مصیبت و تنگ دستی میں کفریات بکنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ سب سے بڑی دولت جو ایمان تھی وہ بھی ضائع ہو گی اور دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی برباد ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' أَشْقَى الْأَشْقِيَاءِ مَنِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فَقْرُ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْآخِرَةِ '' ترجمہ: سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جس پر دنیا میں فقر اور آخرت میں عذاب جمع ہو گیا۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الرقاق، جلد4، صفحہ358، حديث7911، دار الكتب العلمية، بيروت)

فلاح و کامیابی صرف دینِ اسلام میں ہے

آج دہریے اور مغرب کے دلدادہ اسلامی تعلیمات کو شدت پسندی ٹھہرا کر ملکی و معاشی ترقی یورپین ممالک کی تقلید میں منحصر کر رہے ہیں اور جن قوانین و افعال سے خود یورپ تنگ آئے بیٹھے ہیں ان کو اسلامی ممالک میں رائج کر کے لوگوں کی اخلاقیات کو تباہ کر رہے ہیں اور اسے ترقی سمجھ رہے ہیں۔

یقین جانیے کہ بے حیائی عام کرنے، اسلامی سزاؤں کو ختم کرنے، دین کو فقط مساجد تک محدود کرنے سے ملک و معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرے گا بلکہ برباد ہو گا جیسا کہ ہو رہا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو وہ دین جو مدینہ سے چند مسلمانوں کے ساتھ نکلا مختصر وقت پر لاکھوں مربہ میل تک پھیل گیا اس کے پیچھے اصل وجہ اسلامی تعلیمات تھیں، جب تک مسلمان اس پر کاربند رہے کامیاب ہوئے۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں فرمایا ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 200)

شراب نوشی، جوا اور شیطان مکروہ فریب سے بچنے پر اللہ عزوجل نے فلاح کی نوعید سنائی۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 90)

دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے پر اللہ عزوجل نے کامیابی کی بشارت دی۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ (سورۃ الانفال، سورۃ 8، آیت 45)

مسلمان ہی غالب رہیں گے جبکہ سستی نہ کریں۔ ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو تم سستی نہ کرو اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔ (سورۃ محمد، سورۃ 47، آیت 35)

دین کا علم حاصل کرنا

ہر مسلمان کو چاہیے کہ دین کے بنیادی عقائد کو جانے تاکہ گمراہوں اور دہریوں سے اپنے دین کو محفوظ کر سکے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جتنے بھی فرقے، جھوٹے نبوت کے دعویدار اور دہریے ہوئے ہیں انہوں نے ہمیشہ جاہل

عوام کو شکار کیا ہے۔ جاہل عوام ان کی چرب زبانی و شعبدہ بازی سے ان کے قابو آجاتی ہے۔ اگر ہمیں قرآن وحدیث کا صحیح طرح علم ہو تو کبھی بھی ہم صراط مستقیم سے بھٹک نہ سکیں۔ کئی دہریوں کو دیکھا گیا ہے کہ پہلے اپنی جہالت میں دہریے ہو جاتے ہیں پھر قرآن وحدیث کو تنقیدی نگاہ سے پڑھنا شروع کرتے ہیں اور اس پر باطل قسم کے اعتراض کرتے ہیں، اگر اسی قرآن وحدیث کو پہلے پڑھتے تو دہریے ہی نہ ہوتے۔ سنن الدارمی کی حدیث پاک ہے"عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَتَكُونُ فِتَنٌ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، إِلَّا مَنْ أَحْيَاهُ اللهُ بِالْعِلْمِ»"ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے صبح انسان مومن ہو گا اور شام کو کافر، سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔ (سنن الدارمی، باب في فضل العلم والعالم، جلد1، صفحہ359، حدیث350، دار المغني، السعودية)

تقوی اختیار کرنا

ہر مسلمان کو چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے یعنی ہر حالت میں اللہ سے ڈرے، ہر طرح کے منکر اور حرام سے مکمل اجتناب کرے اور ہر فرض وسنت کو اپنی زندگی کا لازمی جز بنائے۔ متقی لوگوں پر گمراہ و دہریوں کے وار نہیں چلتے۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿وَ اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔ (سورۃ النمل، سورۃ27، آیت53)

رزقِ حلال

حلال کمائی کی تلاش بھی فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ رزق حلال کمانا اور کھانا ہے۔ حرام روزی کے جہاں اور نقصانات ہیں وہاں ایمان کا ضائع ہونا بھی ہے۔ جب حرام کھانے کی لت پڑ جائے تو شیطان حرام کو بھی حلال ظاہر کرتا ہے اور انسان کے منہ سے کئی کفریات نکلواتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ کئی گانے باجے والے واضح طور پر نہ صرف ان گانے باجوں کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس کو روح کی غذا کے ساتھ چیرٹی شوز میں باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ کئی حرام کھانے والے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ حرام روزی چھوڑ دی تو بھوکے مر جائیں گے۔ امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"رزق اللہ عزّوجل کے ذمہ ہے جس نے ہوائے نفس کی

پیروی کر کے طریقہ حرام اختیار کیا اسے ویسے ہی پہنچتا ہے اور جس نے حرام سے اجتناب اور حلال کی طلب کی اسے رزقِ حلال پہنچاتے ہیں۔ امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو نوکری حُکّام سے منع فرمایا، (اس شخص نے) کہا بال بچّوں کو کیا کروں؟ (حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا ذرا سنیو یہ شخص کہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں جب تو میرے اہل و عیال کو رزق پہنچائے گا اور اطاعت کروں تو بے روزی چھوڑ دے گا۔۔۔

بلکہ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی کہ عمرو بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! میں بہت تنگ حال رہتا ہوں اس حیلہ کے سوا دوسری صورت سے مجھے رزق ملتا معلوم نہیں ہوتا مجھے ایسے گانے کی اجازت فرمادیجئے جس میں کوئی امر خلافِ حیا نہیں۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا اصلاً کسی طرح اجازت نہیں اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کر کہ یہ بھی راہِ خدا میں جہاد ہے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ528، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

روزگار کے لیے کفر کا ارتکاب

بعض نادان لوگ فقط ایک روزگار کے لیے کفر میں جا پڑتے ہیں، یورپ ممالک میں جانے کے لیے خود کو غیر مسلم ظاہر کرتے یا بے دین این جی اوز کے تحت کام کرنے کے لیے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

رزق کے لیے بچوں سمیت یورپ ممالک میں رہنے والوں کے لیے غور و فکر کا مقام ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دولت تو مل جائے لیکن اولاد یورپ میں رہ کر اس کے ماحول میں رنگ جائے اور سیکولر یا دہریہ بن جائے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے ہی ملک و شہر میں رزق مل جائے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا "أربع من سعادة المرء: أن تكون زوجته صالحة وأولاده أبرارا وخلطاؤه صالحين وأن يكون رزقه في بلده" ترجمہ: چار باتیں آدمی کی سعادت مندی کی ہیں: صالحہ بیوی ہو، اولاد نیک ہو، دوست احباب نیک و صالح ہوں، ذریعہ معاش اپنے شہر میں ہو۔

(کنز العمال، کتاب الفراسة من قسم الأقوال، جلد11، صفحہ139، حدیث30756، مؤسسة الرسالة، بیروت)

بے حیائی سے اجتناب

دیسی دہریت میں سب سے بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کو بے حیائی نے اپنے اندر ایسا لپیٹا کہ وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تعلیمات ہیں کہ حیا کو اپنایا جائے کہ ایمان حیا کے ساتھ ہے دونوں میں سے ایک بھی جائے تو دوسرا خود بخود چلا جاتا ہے۔ انسان جیسے ہی بے حیا ہوتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ زنا کو حلال سمجھ کر کفر کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

آج تمام میڈیا بے حیائی کو فروغ دینے میں مگن ہے۔ ہماری نوجوان نسل دن بدن اس کنویں میں گرتی جارہی ہے۔ فلموں ڈراموں میں ننگی عورتوں کو دکھا شہوت کو ابھارا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آئے دن کوئی کسی چھوٹی عمر کی بچی سے زیادتی کر رہا ہے تو کوئی کسی جانور سے بدفعلی کر کے اپنی شہوت نکال رہا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ موبائل کا استعمال کم کریں اور ٹی۔ وی دیکھنے سے گریز کریں کہ اس میں وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ایمان کا خراب ہونا بھی ہے۔

جاہل و گمراہ قسم کے مذہبی حلیہ والوں سے دوری

فی زمانہ عوام الناس کے دین سے دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دین سکھانے والے وہ لوگ ہیں جنہیں کچھ آتا جاتا نہیں یا گمراہ لوگ ہیں۔ کئی اینکرز عالم بنے ہوئے ہیں، کئی صحیح علماء کی اولاد بغیر پڑھے خود کو عالم سمجھے ہوئی ہے اور لوگ بھی ان کو عالم سمجھتے ہیں۔ کئی ایسے نام نہاد مفتی بنے بیٹھے ہیں جو حرام کو حلال ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ جاوید غامدی ہے جو درحقیقت منکرین حدیث ہے لیکن سرعام اس کا اقرار نہیں کرتا اور قیاس کو شرعی احکام پر ترجیح دیتے ہوئے حرام کو حلال کہہ رہا ہوتا ہے۔

کئی صلح کلی اور دولت کی ہوس کا شکار چند انگلش کی جملے سیکھ کر خود کو عصر حاضر کا مجتہد سمجھ کر سود اور دیگر حرام کاموں کو جائز قرار دیتے ہوئے صحیح علمائے کرام کو جاہل و شدت پسند ثابت کرتے ہیں۔

جب انسان شریعت کے مطابق نہ چلے بلکہ شریعت کو اپنے نفس کے تابع کرلے اور گمراہ لوگ اس کی منشا کے مطابق فتوی دیں تو وہ رفتہ رفتہ کفر میں چلا جاتا ہے۔ آج کئی مسلمان رشوت، سود اور دیگر حرام افعال کو جائز سمجھے

بیٹھے ہیں۔

صحیح العقیدہ علمائے کرام کی صحبت و محبت

فی زمانہ ایمان کی سلامتی کا سب سے بڑا ذریعہ علم دین ہے اور صحیح علمائے کرام کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے محبت کرنا ہے۔المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''أُغْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَمِعًا أَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكَ'' ترجمہ: اس حال میں صبح کر کہ تُو عالم ہو یا متعلم یا عالم کی باتیں سننے والا، یا عالم سے محبت کرنے والا، پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

(المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد5، صفحہ231، حدیث5171، دار الحرمین، القاهرة)

آج میڈیا کے ذریعے عوام الناس کو علمائے کرام کے خلاف کیا جارہا ہے اور عام لوگ علماء پر پھبتیاں کستے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ عوام ناچنے والوں کی حوصلہ افزائی کر دیتی ہے لیکن حفاظ و علمائے کرام اور ائمہ مساجد پر طعن و تشنیع ہی کرتی ہے۔ایک عام شخص کے دل میں جب علماء سے محبت ختم ہو جائے اور وہ ہر عالم کو معاذ اللہ فتنہ باز اور فرقہ واریت پھیلانے والا سمجھ لے تو یہ اس کے لیے ہلاکت ہے۔

آج ہماری عوام کی اکثریت کو صحیح عقیدہ اور بدعقیدگی میں فرق کا پتہ نہیں۔بدعقیدگی اور بدعقیدہ مولویوں کے بارے میں انہیں بتایا جائے تو اس کو فرقہ واریت سمجھتی ہے۔اسی جہالت کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں کہ آئے دن نئے سے نیا فرقہ وجود میں آکر گمراہی کو عام کر رہا ہے۔

اگر ہم اپنی آنے والی نسلوں تک صحیح ایمان پہنچانا چاہتے ہیں تو خود دین سیکھنے اور اولاد کو دین سکھانے کا عزم کریں۔صاحب ثروت لوگ اپنے بچوں کو دین کا علم سکھائیں تاکہ ان کے بچے اپنے صاحب حیثیت رشتہ داروں میں باآسانی دین پھیلا سکیں۔فقط مولویوں پر طعن و تشنیع کرنا اور خود نہ مولوی بننا نہ اپنی اولاد کو بنانا بے وقوفی و بغض ہے۔

سیاست کو سیکولر لوگوں سے پاک کرنا

مذاہب کی تاریخ پڑھ کر آپ پر واضح ہو گا کہ جس مذہب کو صاحب اقتدار لوگ اپنالیں وہ مذہب ترقی کرتا ہے۔مغرب میں سیکولر ازم اور دہریت کے فروغ کی وجہ یہی ہے کہ وہاں کے سیاستدانوں نے اس کو اپنایا۔ترکی

سمیت کئی مسلم سیاستدانوں نے بھی ملکی ترقی اور یورپین ممالک سے مفادات حاصل کرنے کے لیے سیکولرازم کو اپنایا لیکن سوائے ناکامی و ہلاکت کے کچھ نہ ملا۔ موجودہ پاکستانی بھی کئی بڑے بڑے سیاستدان سیکولرازم کو فروغ دینے میں کوشاں ہیں ،یہی وجہ ہے کوئی ہندوؤں کے ساتھ ان کے تہوار منا رہا ہے اور کوئی چرچ بیٹھا ہوا پوری دنیا کو یہ باور کروارہاہے کہ ہم اسلامی نظام کو لانے کے دعویدار نہیں۔ برما ہو یا دیگر ممالک جن میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے یہ سیاسی لیڈر ان کے حق میں آواز نہیں اٹھائیں گے کہ کہیں یورپ ہمیں مسلمان کا خیر خواہ سمجھ کر امداد دینا بند نہ کردے۔

ہماری عوام کی بے حسی و بے وقوفی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ووٹ ان سیکولر لوگوں کو ڈال کر بے دینی کو عام کروارہے ہیں۔ ہماری عوام نہ قرآن و حدیث پڑھتی ہے نہ پہلی قوموں کے عروج و زوال کو پڑھتی ہے۔ ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ ہمارے غدار لیڈر ہم لاکھوں مسلمانوں کے ووٹ لے کر اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اقلیتی کفار کو راضی کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔

آج ہر مسلمان کو یہ سوچنا ہو گا کہ وہ خود کہاں کھڑا ہے اور اپنے افعال سے سیکولرازم اور دہریت کو کہیں فروغ تو نہیں دے رہا؟؟؟ آج ہم مسلمانوں کی دینی سوچ ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کو بچا سکتی ہے ورنہ آنے والی نسلوں میں سیکولرازم اور دہریت اس طرح گھس جائے گی جس طرح بے حیائی ہمارے اندر جڑ پکڑ چکی ہے۔

خدارا! جاگ جاؤ ان عیاش بے دین لیڈروں سے اپنے ملک اور نسلوں کو بچالو، ورنہ وہ وقت دور نہیں جب یہ لیڈر آزاد خیالی اور آزادی رائے کو اتنا مضبوط کردیں گے کہ آئے دن انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں ہو رہی ہوں گی، ختم نبوت کے قانون کو ختم کردیا جائے گا اور کئی جھوٹے نبوت کا دعویٰ کر کے ہماری نسلوں کے ایمان برباد کریں گے۔ ہماری عورتیں گھروں کی بجائے بازاوں کی زینت ہوں گی۔ المختصر وہ سب کچھ ہو گا جو آج کل یورپ میں ہو رہا ہے۔ اس وقت ہماری اولادیں یا تو خود بے شرم و بے دین ہوں گی یا یہ کہیں گے کہ کاش ہمارے بڑوں نے صحیح العقیدہ دین دار لیڈروں کو ووٹ دے کر اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کی ہوتی۔